امہات الامۃ

ڈپٹی نذیر احمد

آگرہ

آگرہ اخبار پریس

۱۹۱۵ء



ازدواج پیغمبر

مصنفہ

شمس العلما مولانا حافظ محمد نذیر احمد صاحب ایل ایل ڈی
ڈی۔ او۔ ایل۔ مرحوم و مغفور

ہم تو ع ہر سخن وقتے و ہر نکتہ مکانے دارد۔ کا مطلب یہ سمجھتے ہیں کہ ہر ایک وقت کا ایک تقاضا ہوتا ہے خاص۔ یعنی ہر ایک وقت کے لوگ سب نہیں تو اکثر ایک خاص خیال کے پیچھے پڑے ہوتے ہیں موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں جادو کا چرچا تھا۔ عیسیٰ کے طب کا ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد میں زبان عربی کی فصاحت بلاغت کا ہم نے اپنے ابتدائے شباب میں بہت سے چرچے دیکھے۔ ناچ رنگ کے۔ گانے بجانے کے شعر و شاعری کے پتنگ بازی بٹیر بازی شطرنج بازی بہتیری بازیوں کے اکھاڑوں میلے تماشوں کے۔ یا اب انگریزی عملداری۔ انگریزی تعلیم کی بدولت دیکھ رہے ہیں۔ آزادی کے۔ ریفارم (اصلاح) کے۔ اخبار اور رسالوں کے۔ انجمنوں کے کانگرسوں۔ اور کانفرنسوں کی کمیٹیوں اور سوسائیٹیوں کے اشتہاروں اور

تعلیم گاہوں کے۔ مذہبی مناظرات کے اور بالآخر سودیشی کے بائیکاٹ کے سوراج کے۔ یہ جتنے چرچے ہیں سب انڈے بچے ہیں آزادی کے ان سب چرچوں میں سے ہم کو صرف اُس آزادی پر کچھ لکھنا ہے۔ جو مذہبی مناظرات میں برتی جاتی ہے۔ انسان کی بناوٹ پر نظر کرتے ہیں تو وہ ایک تو جسم رکھتا ہے قریب قریب اسی طرح کا جسم اور جانوروں کے پاس بھی ہے جسم کے علاوہ ایک خاص طرح کی روح ہے وہ مغز ہے اور جسم پوست وہ مخدوم ہے اور جسم خادم۔ وہ کارفرما ہے اور جسم کارکن وہ سوار ہے اور جسم سواری۔ وہ مثلاً بڑھئی کی جگہ ہے اور جسم کلہاڑی بسولے۔ آرے کی جگہ پہلے آدمی کے دل سے ارادہ پیدا ہوتا ہے اور پھر وہ ارادہ اعضاء و جوارح کے ذریعے سے عمل میں لایا جاتا ہے یعنے

سله سودیشی اور سوراج ہندی لفظ ہیں زبان سنسکرت سے ماخوذ۔ سودیشی کے معنے ہیں یعنی اپنے دیس یعنی ملک کا بنا ہوا ساز و سامان زندگی استعمال کیا جائے۔ سوراج کے معنے ہیں اپنی حکومت کو ہم اپنے جھگڑے انگریزی عدالتوں میں نہ لیجائیں بلکہ خود فیصلہ کر لیا کریں یعنے ہندوستان میں ہمارا راج ہو اور ہماری حکومت۔ بائیکاٹ انگریزی زبان کا لفظ ہے اور اس کے معنے ہیں کہ غیر ملکوں کے بنائے ہوئے ساز و سامان زندگی کے استعمال کو روکا جائے۔ چند روز سے یہ شورش انگریزی کی مخالفت میں بنگالے سے شروع ہوئی کہ انگریزوں نے صوبہ بنگالہ کو تقسیم کر کے مشرقی حصے کا علاقہ جداگانہ قرار دیا۔ بنگال کے بیرسٹروں اور وکیلوں نے تقسیم بنگالہ میں اپنا مالی نقصان دیکھ کر ہندوستان سے لیکر ولایت تک اس کی مخالفت کی مگر کہیں شنوائی نہیں ہوئی اسی کا ہی کے انتقام کے طور پر خود بنگالے نے سودیشی اور بائیکاٹ اور سوراج کے شورش برپا کی اور اس شورش میں ہندوستان کے اور صوبے بھی کم و بیش شامل ہوتے گئے اور ابھی تک بھی یہ شورش بر سر ترقی ہے انگریزی گورنمنٹ اور حکومت سے بڑھکر زور ہندی شورش کے دبانے میں ساعی ہیں شورش اگر بالکل فرو نہ ہوگی تو بغاوت کا رنگ آخر کار ضرور پھیلا کر رہیگا

ارادہ عمل کی صورۃ میں ظہور پذیر ہوتا ہے اب آزادی کے اعتبار سے دیکھتے ہیں
کہ ارادہ اور عمل کہاں تک آزاد ہو سکتے ہیں تو عمل کو تو کسی طرح آزاد کہہ ہی نہیں سکتے
وہ شروع ہی سے محکوم ارادہ ہے اور چونکہ اعضا و جوارح کے ذریعہ سے
وقوع پذیر ہوتا ہے اور اعضا و جوارح بجائے خود جسم ہیں بہت سے اسباب
خارجی اس کے وقوع کو روک دے سکتے ہیں آدمی پرندوں کی طرح ہوا میں اڑنا چاہے
تو اڑ نہیں سکتا چوری کرنا چاہے تو لوگ اسکو چوری نہیں کرنے دیں گے پس
عمل کو صرف ایک محدود حلقے میں آزاد کہہ سکتے ہیں رہا ارادہ وہ البتہ بنظر ظاہر
آزاد معلوم ہوتا ہے کہ آدمی اختیار رکھتا ہے جو چاہے خیال کرے جو چاہے
سوچے مگر نہیں عمل کا پیرایہ اختیار کرنے کے علاوہ وہ محکوم ہے صحبت کا تعلیم
و تربیت کا۔ آب و ہوا کا۔ تقاضائے عمر کا۔ مذہب کا رسم و رواج کا بڑوں
کی تقلید کا غرض مطلق آزادی ارادے اور خیال کو بھی نصیب نہیں لوگ ان قیود
اور شرائط کا لحاظ تو کرتے نہیں ستو باندھ مطلق آزادی کے پیچھے پڑے
ہیں اور اسی سے دنیا میں بدامنی پھیلتی ہے حاکم وقت ارادے اور خیال تک
تو دست رس نہیں رکھتا ہاں نقص امن کا اندیشہ ہو تو خیال کو عملی صورۃ اختیار کرنے
سے روک سکتا ہے اور قانون اور کچہریاں اور عدالتیں اسی مرض کی دوا ہیں کئی
برس ہوئے گوڑ گانوہ کے ایک پادری صاحب مذہبی مناظرے کے پیرایے
میں حد اعتدال سے بڑھی ہوئی آزادی عمل میں لائے کہ اپنے ایک رسالے میں
پیغمبر صاحب آخر الزمان صلعم کی نسبت اُن کی بیبیوں کے بارے میں بڑی بد
زبانی کی جس سے جمہور مسلمین کی بڑی دل آزاری ہوئی مسلمان جگہ جگہ مستغاثہ
فوجداری کی طیاریاں کرنے لگے اور جگہوں کا حال تو معلوم نہیں دلی سے کچھ لوگ فریاد
لیکر شملے گئے بارے پادری صاحب کی کتاب کی اشاعت حکماً بند کر دی گئی

اسی اثنا میں سر سید احمد خاں مرحوم مغفور بھی پادری صاحب کی کتاب کا جواب لکھ رہے تھے مگر وہ پورا نہیں ہونے پایا تھا کہ سید صاحب انتقال فرما گئے ہم نے تو نہ پادری صاحب کی کتاب دیکھی اور نہ سید صاحب کا ادھورا جواب مگر اتنی بات پہلے سے معلوم ہے کہ پادری صاحب نے سخت زبانی کے سوائے اعتراض میں کوئی نئی بات اپنی طبیعت سے تو ایجاد کی نہ ہوگی اعتراض تو نہیں مگر جواب تو خود قرآن میں موجود ہے [1] وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّن قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ أَزْوَاجًا وَذُرِّيَّةً جواب کا ہونا دلالت کرتا ہے کہ نزول قرآن کے وقت بھی پیغمبر صاحب کی زندگی میں بعض لوگ زن و فرزند کے تعلقات کو خلاف شان پیغمبر سمجھتے ہیں اور انہی تعلقات کی وجہ سے جناب رسالت مآب کی رسالت کے منکر تھے۔ غرض پرانا اعتراض ہے اور علمائے اسلام نے اس کے دندان شکن جواب بھی دیئے ہیں مگر مسلمان ہو کر اپنے پیغمبر کے تقدس کی اپنے مقدور بھر اور اپنے طور پر واجبی حمایت کیئے بدوں ہم سے نہیں رہا جاتا اور یہ بات بھی ہے کہ اعتراض کسی مسلمان کے کان میں پڑے اور اسکو جواب نہ آتا ہو اور جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے تقدس کی نسبت خیال فاسد موہوم سوء ادب دل میں بیٹھ جائے تو ایمان کے جاتے رہنے کا خوف ہے نعوذ باللہ من شرور انفسنا۔

پیغمبر صاحب کے کثیر الازدواج ہونے سے ہمکو انکار نہیں۔ اس کو سب مانتے ہیں کہ پیغمبر صاحب کے انتقال کے وقت بی بی عائشہؓ۔ سودہؓ۔ حفصہؓ۔ ام سلمہؓ۔ زینبؓ بنت جحش۔ ام حبیبہؓ۔ جویریہؓ۔ صفیہؓ۔ میمونہؓ نو بیبیاں ان کے نکاح میں تھیں تو الد تناسل کی قوۃ کو لوگوں نے کچھ آج سے نہیں

---

[1] اور (اے پیغمبر) تم سے پہلے بھی ہم نے (بہتیرے) پیغمبر بھیجے اور ہم نے ان کو بیبیاں بھی دیں اور اولاد بھی دی) ۱۲

قدیم الایام سے بری طرح استعمال کرکے اس قدر شرمناک چیز بنا دیا ہے
کہ جائز طور پر بھی بڑی پردہ داری کے ساتھ اس سے کام لیا جاتا ہے حالانکہ
بقائے نوع انسانی اسی قوت پر موقوف ہے جتنے آدمی ہو گذرے ہیں
اسی قوۃ سے پیدا ہوئے اور جو آیندہ ہوں گے وہ بھی اسی قوۃ سے پیدا
ہوں گے پردہ تو اس قدر کیا جاتا ہے اور کوئی فرد بشر اس سے خالی ہی
نہیں۔ زناشوئی کے جتنے تعلقات ہیں سب اسی غرض سے کیے جاتے ہیں
اور پردے کی پوچھو تو وحشی سے وحشی قومیں بھی آگا پیچھا چھپائے رکھتی ہیں
کپڑا میسر نہیں تو پتے ہی سہی یہ پردہ تو اس وقت سے ہے کہ مذہبی روایت کی
رو سے جب خدا نے آدم اور حوا کو بہشت سے نکالا تو ان کی اس وقت کی حالت
کا بیان قرآن میں ہے بدت لہما سوآتہما وطفقا یخصفان علیہما من ورق
الجنۃ بایں ہمہ توالد تناسل کی قوۃ فی حد ذاتہا ہرگز بری نہیں اور جو اس کو برا
سمجھے وہ حکمۃ بالغۂ الٰہی پر اعتراض کرتا ہے خدا تو ہر چیز پر قادر ہے اِنَّ
مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم خلقہ من تراب ثم قال لہ کن فیکون خدا چاہتا
تو مرد اور عورت کو ایسی قابلیت دیتا کہ مرد کھانستا اور منہ سے بیٹے اگل دیتے
عورت چھینکی اور ناک سے بیٹیاں جھڑ پڑیں مگر اس نے جو توالد تناسل کا قاعدہ
جاری کیا ہے تو اس کی مصلحت کو وہی خوب جانتا ہے اَلا یعلم من خلق وھو
اللطیف الخبیر۔ پس زنا کو حقیقت میں خدائے تعالیٰ کے ارادے کا نافذ کرنا

---

۱ جوں ہی آدم و حوا نے درخت ممنوع کے پھل کو چکھا تو دونوں کی پردہ کرنے کی چیزیں ان کو
دکھائی دینے لگیں اور لگے بہشت کے پتوں کو اپنے اوپر چپکانے - الخ ہاں جیسے آدم
ویسے عیسیٰ (کہ خدا نے مٹی سے آدم کے پتلے کو بنا کر اس کو حکم دیا کہ آدمی بن اور وہ آدم بن گیا
۲ بھلا ہو سکتا ہے کہ خدا جو پیدا کرے وہی مخلوقات کے حال سے ناواقف ہو حالانکہ وہ بڑا باریک بین باخبر ہے

اور اسی کی مرضی کی تکمیل ہے اور اسی سے پیغمبر صاحب نے فرمایا لَا رَهْبَانِيَّةَ
فِي الْإِسْلَامِ اور النِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِي فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي اور جو لوگ
اس سے اعراض کرتے یا اسکو فعل قبیح سمجھتے وہ ابطال حکمت الٰہی کے درپے
ہیں اور چاہتے ہیں تو الد تناسل موقوف ہو کر دنیا آخر کو اجڑ جائے۔ بانگی دیگر
اناج کے ڈھیر کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے کہ اچھا ہے یا برا مذہب بھی احکام کا
اعتبار ہے اور رہبانیۃ بانگی۔ اسلام اور عیسائیۃ میں محاکمہ کرنے کا اچھا ذریعہ
ہے اچھا پھر ایسی ضروری اور عالمگیر قوۃ کس وجہ سے شرمناک قرار پائی اور
اس میں کیا برائی دیکھی کہ لوگ چار و ناچار اس سے کام بھی لیتے ہیں اور چوری
کی طرح چھپاتے بھی ہیں آؤ ذرا اس قوۃ کی تشریح کریں جس سے فہم مدعا
میں سہولت ہو پہلی بات یہ ہے کہ خلاق عالم نے یہ قوۃ نر و مادہ مرد و زن
دونوں میں ودیعۃ رکھی ہے مردوں میں بشکل قوۃ فاعلہ اور عورتوں میں بصورۃ منفعلہ
یعنے مرد و زن دونوں اس قوۃ سے متمتع ہونے کے حق دار ہیں پر آزادی استعمال
قوۃ میں پاس حق فریق ثانی کی ایک ضروری قید بڑھی اور الْإِنْسَانُ حَرِيصٌ
عَلَى مَا مُنِعَ کی رو سے فتنہ فساد کی جڑ قائم ہوئی مشارکۃ ایسی بد چیز ہے
کہ خدا تک کو گوارا نہیں جتنے رگڑے جھگڑے لوگوں میں ہوتے ہیں تحلیل
کرکے دیکھو مشارکۃ پر جا کر ختم ہوں گے۔ زید خالد کے گھر میں چوری کرتا ہے
اس کے یہی معنے ہیں کہ زید زبردستی خالد کے مال میں شریک بننا
چاہتا ہے خالد اسکو جائز نہیں رکھتا۔ زید نے خالد سے میعادی قرض

۱؎ اسلام میں رہبانیت یعنے ترک دنیا نہیں ہے۔
۲؎ پیغمبر صاحب نے فرمایا نکاح میرا طریقہ ہے اور جو میرے طریقے سے منہ موڑ گئے وہ مجھ سے نہیں
۳؎ آدمی جس چیز سے روکا جاتا ہے اس کے کرنے پر زیادہ حریص ہوتا ہے ۱۲

لیا اور وقت پر ادا نہ کیا خالد نے عدالت میں جا کر دعویٰ دائر کیا اس صورۃ میں زید خالد کے مال سے اس کے تمتع میں ناجائز طور پر شرکت کرنی چاہتا تھا جو وجہ مخاصمت قرار پائی اسی طرح مرد اور عورۃ کے معاملے میں خدا نے اس تمتع میں جو توالد تناسل کی قوۃ سے حاصل ہوتا ہے مرد اور عورۃ دونوں کو شریک یکدیگر ٹھیرا دیا ہے مرد عورت کو اس کے تمتع سے محروم کرنا چاہے یا عورت مرد کو متمتع نہ ہونے دے تو اس کا ضروری نتیجہ ہے بگاڑ لیکن اس کے ساتھ یہ بات بھی سمجھنے کی ہے کہ دنیا میں کروڑوں مرد ہیں اور کروڑوں ہی عورتیں ہیں تو پہلی ضروری شرط اس قوت میں ساجھا کرنے کی رضائے فریقین یعنے ایجاب و قبول یعنے نکاح متعارف ہے۔ اب یہ ہماری زمین ہے کہ اس میں کروڑوں بیگہ جوتنے بونے کے قابل ہے اور کروڑوں ہی کاشتکار ہیں تو لوگوں نے زمین کو آپس میں بانٹ رکھا ہے زمینداروں نے گاؤں گاؤں کی حد بند کر رکھی ہے اور ان کے ذیل میں کاشتکاروں نے کھیت کھیت کی۔ اس باہمی تقسیم کی بدولت ملک آباد ہے جھگڑا ہے نہ فساد ہے یہی مثال خدا نے قرآن میں عورتوں کو بھی دی ہے نساؤکم[1] حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم دنیا بھر کی عورتیں مردوں میں تقسیم ہیں کھیتوں کی جتائی بوائی ہو رہی ہے پندرھویں بیسویں برس مردم شماری کی جاتی ہے پیدا اور آبادی سوائی ڈیوڑھی بڑھتی جاتی ہے تمام جہان کے لوگ اس قاعدے کے تو پابند ہیں کہ جو عورت جس مرد کے نکاح میں ہے کوئی دوسرا اس میں ساجھا نہیں کر سکتا یعنے عورۃ ایک وقت میں ایک مرد سے زیادہ کی جورو ہو نہیں سکتی مگر مسلمانوں میں ایک مرد وقت

---

[1] تمہاری بیبیاں گویا تمہاری کھیتیاں ہیں تو اپنی کھیتی میں جس طرح چاہو آؤ ۱۲۔

واحد میں چار تک کر سکتا ہے بظاہر اس قاعدے میں مردوں کے ساتھ بے جا رعایت ہے اور معترض کہہ سکتا ہے کہ جب مرد اور عورت دونوں توالد تناسل کی قوۃ سے متمتع ہوتے ہیں یعنے قوۃ میں دونوں حصہ دار ہیں تو کیوں مرد کو وقت واحد میں چار بیبیوں کے جمع کرنے کا اختیار دیا جائے اور عورت نزلہ بر عضو ضعیف ایک ہی ہو کر رہے۔ جن لوگوں کی نظر غائر نہیں ہے اس اعتراض کو سنکر بغلیں بجانے لگتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ متمتع ہونے کے اعتبار سے مرد اور عورت دونوں توالد تناسل کی قوۃ میں سفے الواقع ایک دوسرے کے شریک تو ہیں مگر برابر شریک نہیں مرد کا حصہ غالب ہے اور زیادہ حصہ دار ہے اور اسی لیے اس کے ساتھ بجا رعایۃ کی گئی ہے اور وہ اسکا حق ہے اور علاوہ ازیں ہے اس کے حصہ زائد کا جس طرح کاشتکاروں کو تقاوی دیکر کاشتکاری کی ترغیب دی جاتی ہے تاکہ کوئی قابل زراعت زمین افتادہ نہ رہے اور جس قدر پیداوار کا زمین سے حاصل کرنا ممکن ہے حاصل کی جاتے اسیطرح اس حکیم علی الاطلاق نے تمتع کو موجب ترغیب نکاح قرار دیا کاشتکاری سے مقصود اصلی پیداوار اراضی کا حاصل کرنا ہے نکاح سے اولاد کا۔ لوگوں نے کوتاہ نظری سے تمتع ہی کو نکاح کی غرض وغایۃ سمجھ لیا ہے تو یہ خود انکی غلط فہمی ہے جس طرح غذا سے مقصود تغذیہ جسم ہے اور ذائقہ بیش برین نیست کہ ترغیب ہے۔ تمتع میں جو ہم نے مرد کو شریک غالب کہا اسکی وجہ یہ ہے کہ عورت کے پیچھے حمل اور ارضاع وغیرہ کے عوارض بھی لگے ہیں اور ان وقتوں میں فطرۃً تمتع سے محروم رہتی ہے اور اسکو خود تمتع کی خواہش نہیں ہوتی ✤

۷ برخلاف مرد کے کہ تولید تخم کی صلاحیت تک اس میں لقاح کی صلاحیت باقی
رہتی ہے ساٹھا پاٹھا اور ان ہی عوارض کی وجہ سے جو ان کو لازم ہیں عورتیں
بہت جلد بوڑھی ہو جاتی ہیں وہی منشاء کم حرث لکم کی مثال پیش نظر رکھو تو مردوں
کی تکثیر ازدواج کی مصلحت کو آسانی سے سمجھ سکو گے کہ کاشتکار متعدد کھیتوں
میں تخم ریزی کر کے پیداوار کو بڑھا سکتا ہے لیکن کھیت میں اوپر تلے تخم
ریزی کی جائے تو عجب نہیں سب تخم ضائع جائیں کیونکہ کھیت ایک ہی تخم
کی پرورش کر سکتا ہے جہاں جہاں ولادت کے نقشے ترتیب دیئے
جاتے ہیں ان سے یہ بات پائی گئی ہے کہ لڑکوں اور لڑکیوں کی پیدائش
میں قریب قریب سینتالیس ۴۷ اڑتالیس ۴۸ اور ترپن باون کی نسبت ہے۔
امریکہ اور فرانس میں ایسا خیال کیا جا رہا ہے کہ اس قباحت کا انسداد صرف
تکثیر ازدواج کے اسلامی قاعدے کے رواج پانے سے ممکن ہے بہر کیف
بقائے نسل کے لیے مناکحہ کا ہونا ضرور ہے اور مردوں کے لیے تکثیر ازدواج
بھی افزائش آبادی کی ایک تدبیر ہے لیکن تکثیر نامحدود بھی مناسب نہیں کئی
بھی طرح طرح کے فسادات کا خوف ہے کم از کم کثرت عیال ناکحین کا لازمی
نتیجہ ہے افلاس اور سوکنوں کی ہر وقت کی دانتا کلکل کا۔ عورتیں کہا کرتی ہیں
سوکن زہر کی چھری ایک بھی بری۔ بہت سوکنیں ہوں گی تو گھر کو ہم دریں عالم
است دوزخ اوستا بنا دیں گی لیکن عام طور پر تکثیر ازدواج کی حد کا قرار دینا کچھ
آسان کام نہیں متقنن کیسا ہی کیسے معلومات پیش بین اور دور اندیش کیوں
نہ ہو ازدواج کے متعلقین اتنی شخصی اور ملکی باتوں کو دخل ہے کہ سب
پر احاطہ محال ہے یہ کام خدا ہی کے کرنے کا تھا اور اسی نے کیا کہ تکثیر
ازدواج کو چار تک محدود کر دیا اور اس کی مصلحتوں کو بھی خوب جانتا ہے

ہم سے چار کی وجہ تخصیص پوچھو تو ہم اتنا ہی کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے دیکھنے میں تو چار کے عدد میں نسل سے بڑھانے کے ساتھ عورتوں کے حق کی رعایت بھی کما ینبغی ملحوظ ہے اور زناشوئی کے تعلق میں یہی دو باتیں خیال کرنے کی تھیں مطلب ہے ذرا پیچیدہ لہذا ناظرین کے سمجھانے کے لیے ہم اسکو پھر صراحتہً بیان کرتے ہیں کہ دنیا کے حالات پر نظر کرنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ زمین جسطرح پر موالید ثلثہ جمادات نباتات حیوانات سے آباد ہے خدا کو منظور ہے کہ وقت موعود قیامت تک اسیطرح آباد رہے قیامت کب آئے گی اور کیونکر آئے گی یہ مقام اس بحث کے چھیڑنے کا نہیں ہے مگر کبھی کبھی تو آئے گی یہ خدا کا وعدہ ہے اور اس کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ۔ قیامت کا وقت خدا نے کسی کو نہیں بتایا۔ اور کوئی اسکو جان نہیں سکتا اچھا پھر خدا زمین کا اسی طرح موالید ثلثہ سے آباد رہنا بھی چاہتا ہے اور موالید ثلثہ ہیں کہ ان کی حالت میں تغیرات ہوتے رہتے ہیں۔ اور نباتات اور حیوانات میں بڑا تغیر مرنا ہے۔ جسکو قیامت سے تعبیر کیا جاتا ہے تو خدا نے زمین کے آباد رہنے کا یہ انتظام کیا کہ جو چیزیں فنا ہوتے والی ہیں ان کو اپنا جانشین پیدا کرنے کی استعداد عطا فرمائی درخت ہیں کہ بیج پیدا کرتے ہیں اور بیج آخر کو ویسا ہی درخت بن جاتا ہے حیوانات نر و مادہ مل کر جانشین پیدا کرتے ہیں ذکور و اناث دونوں قسم کے ایک دوسرے کی کمی اور یہی وجہ ہے کہ دنیا کی مردم شماری برابر بڑھتی چلی جا رہی ہے خدا نے اپنے علم میں بنی آدم کا ایک مجموعہ قرار دے رکھا ہے جب کثرت توالد سے مجموعہ مقدار مقرر سے بڑھتا ہے طاعون یا قحط سے گھٹا کر اسکو حد کے

اندر سے آتے ہیں غرض زناشوئی کے تعلق سے دو غرضیں متعلق ہیں۔ تکثیر نسل اور مرد و زن دونوں کے تمتع کا پاس عورتوں کے تمتع کا پاس حقیقۃً میں مردوں کی تکثیر بے جا کی روک ہے اور اسی لیے ایجاب و قبول کو شرط نکاح قرار دیا گیا ہے ایجاب و قبول کے معنے ہیں فریقین کی رضامندی جو زن و شوہر بننے والے ہیں پہلی تو نہیں مگر دوسری منکوحہ تکثیر کو روک سکتی ہے کہ نکاح سے رضامند نہ ہو۔ پس ہر تعدد میں مابعد کی عورۃ مرد سے بڑھکر ملزم ہے کہ وہ ناوانی سے اپنا حق تمتع چھوڑنے کے علاوہ اپنی بہن پچھلی منکوحہ کے اتلاف حق کی باعث ہوئی بایں ہمہ مرد بھی الزام سے بری نہیں کیونکہ گو عورت کی رضامندی کو ظاہر دینے کے لیے ایجاب عورت کی طرف سے ہوتا ہے مگر نکاح کی تحریک برعکس موضوع ہمیشہ مرد کیطرف سے ہوتی ہے اسلامی شریعت نے جو مردوں کو وقت واحد میں چار بیبیوں کے جمع کرنے کی اجازت دی ہے ہم نے اس اجازت کی نسبت کہا کہ اس میں نسل کے بڑھانے کے ساتھ عورتوں کے حق کی رعایت بھی کما ینبغی ملحوظ ہے یہ بات ہم نے اس سے اخذ کی ہے کہ ایک حمل کی حالت میں حمل اور ارضاع اور دوسرے عوارض ملا کر غالباً عورت کے چار برس ایسے گذرتے ہیں کہ اس عرصہ میں اس کو بالطبع توالد و تناسل کی قوۃ سے متمتع ہونے کی خواہش نہیں ہوتی اور بدون صحیح رغبت کے بدون تمتع از روئے طب سخت مضر ہے۔ پس عورت کی اپنی اور دوسرے کی اولاد کی توانائی اور تندرستی اسی کی مقتضا ہے کہ وہ ان اوقات میں مرد کو مقاربت کا موقعہ نہ دے اور وہ بدون اس کے ہو نہیں سکتا کہ مرد کے پاس متعدد عورتیں ہوں۔ لیکن عورتیں اس امر کو تو سمجھتی نہیں۔ ناحق تعدد ازدواج کی اجازت کو جو اسلامی شریعت نے

مردوں کو دی ہے آپ نے حق میں ظلم اور بے انصافی خیال کرتی ہیں نسل آدم کا بڑھانا ایک اعتبار سے حق اللہ ہی۔ اس لیے کہ دنیا کے حالات پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا بھی چاہتا ہے کہ آدم کی اولاد پھولے پھلے جیسا کہ ہم اوپر کہہ چکے ہیں۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ تعدد ازواج سے تکثیر نسل کا ایک مطلب حاصل ہوتا ہے اور ہم تسلیم کرتے ہیں کہ عورتوں کی توانائی اور تندرستی کے لحاظ سے چار تک ان کا حق تمتع بھی محفوظ ہے مگر چونکہ مردوں کا ہر پہلو سے اعتدال سے قائم رہنا عادۃً محال ہے ازدیاد نسل کے ایک مطلب کے حصول سے نان و نفقہ اور مہر اور حسن معاشرت کے چند در چند ضروری مطالب فوت ہوتے ہیں جن کا فوت ہونا امن و عافیت میں خلل انداز ہے لہذا شارع نے اپنی کمال دانشمندی سے مردوں کو تکثیر ازواج کی اجازت بھی دی۔ تو مضائقے کے ساتھ اور یہ مضائقہ صرف عورتوں کے پاس خاطر سے ورنہ تکثیر نسل کی ضرورۃ تو ہر زمانے میں اور ہر جگہ تھی اور ہے اور رہے گی خاصکر ملک عرب تو نزول قرآن کے وقت تکثیر نسل کا زیادہ تر محتاج تھا۔ برسات وہاں نہیں ہوتی۔ طائف اور مدینہ اور یمن چھوڑ کر کھیتی باڑی کا نام و نشان نہیں۔ عرب کی آبادی کی ابتدا ابراہیم سے ہوئی وہ فرماتے تھے ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتک المحرم کہتے ہیں اور یہ کہنا محض بہتان اور اتہام ہے کہ مردوں کو تکثیر ازدواج کی اجازت دیکر اسلام نے عورتوں کے تمام حقوق پامال کر دیئے جس کی وجہ سے مسلمانوں کی خانہ داریاں بے اطمینانی اور بدگمانی کا مسکن بن گئیں مسلمان زن و شوہر میں کہیں ویسا اتحاد نہیں پایا جاتا جیسا نامسلموں میں اور ہمارا یہ کہنا ہے کہ عورت تو کچھ چیز ہی نہ تھی اسلام نے

اسکو حیز بنایا اور جہیز بھی قدر قیمت کی چیز ہم کو اس بارے میں دوسرے مذاہب سے بحث کرنی منظور نہیں۔ ہم تو صرف اتنی بات دکھانی چاہتے ہیں کہ اسلام کا نشو ونما عرب سے ہوا۔ وہ لوگ اسلام سے پہلے عورتوں کے ساتھ کیسا سلوک کرتے تھے۔

مختصراً انکا سلوک اس قسم کا تھا اگر اسلام عورتوں کی حمایت کو نہ کھڑا ہوتا تو شاید بہتیرے مرد عمر بھر عورتوں کو ترسا کرتے بالطبع ظالم بے رحم سنگدل بے مروۃ اور دو چار وحشی میں نہیں۔ قوم کی قوم اور اسپر جھوٹی غیرت۔ شرافت کی شیخی میں ناک چڑی گرفتار دکھیکا سالا سُسرا کہلاتے کو گالی سمجھتے اور اس عار سے بچنے کے لیے بیٹی ذات کو جینے ہی نہیں دیتے تھے قرآن کی یہ آیۃ وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ بِاَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ اس کی تصدیق کو بس کرتی ہے یہی حال ہمارے ملک میں ہندو اور راجپوتوں کا تھا عورتوں کی حفاظت یا تو اسلام نے کی یا سرکار انگریزی نے کی کہ ستی اور دختر کشی کی ظالمانہ رسم کا بڑی سختی سے مقابلہ کیا غالب ہے کہ ستی اور دختر کشی کا انسداد کلی ہو گیا ہے یہ اسی جھوٹی جاہلانہ غیرت کا اثر ہے کہ مسلمان بھی سالے سسر بہنوئی داماد کے نام سے چڑتے ہیں اور ان الفاظ کے استعمال کو خلاف تہذیب سمجھتے ہیں سالے کو سمجھتے ہیں بھتیجی بھائی یا خسر پورہ سسر کو خسر ساس کو خوشدامن داماد کو خویش۔ مذہب اور حاکم وقت اگر منصف اور رعایا پرور ہے جرائم کے روکنے کی کوشش تو دونوں کرتے ہیں مگر مذہب کی کوشش کا اثر حاکم وقت کی کوشش کے مقابلے میں قوی تر ہوتا ہے کیونکہ افعال کو

سلہ وہ جسوقت لڑکی سے جو زندہ درگور کردی گئی تھی پوچھا جائے گا کہ کس قصور کے بدلے میں ماری گئی"

درخت سمجھو تو اس کی جڑ دل سے پیدا ہوتی ہے یعنی آدمی پہلے دل میں ایک کام کرنا ٹھان لیتا ہے پھر اسکو کر گذرتا ہے چونکہ حاکم وقت کی حکومت دلوں پر نہیں ہے لوگوں کے ارادے اس کے بس کے نہیں پس وہ صرف افعال کو روک سکتا ہے وہ بھی اکثر بعد الوقوع کہ مجرم کی سزا کے ڈر سے دوسروں کو عبرت ہو اور ارادۂ بد سے باز رہیں مگر مذہب قیامت اور آخرۃ کی بازپرس کا یقین دلا کر شروع سے دلوں کی اصلاح کرچلتا ہے پس جن دلوں پر مذہب نے قابو پالیا ہے وہ ارادہ بد کرہی نہیں سکتے کہ اس کے عمل میں لانے کی نوبت آئے خدا نے عورت کو مرد کے مقابلے میں کمزور ضعیف اور مغلوب پیدا کیا ہے لیکن باینہمہ وہ ایک دوسرے کے محتاج ہیں کہ دوسرے کی شرکت کے بدون عافیت کے ساتھ زندگی کر نہیں سکتے بقائے نسل کے لیئے دونوں کی شرکت کی ضرورت تو صاف ثابت ہے کہ اکیلا مرد یا اکیلی عورت دونوں میں سے ایک بھی اولاد پیدا نہیں کرسکتا دنیا کے کون و فساد کو دیکھ کر فلسفیوں نے دی فٹسٹ ٹو لو کا کلیہ مستنبط کیا جس کے یہ معنے ہیں کہ دنیا میں زبردست مخلوق کمزور مخلوق کو معدوم کرتی جارہی ہے پس باہمی احتیاج صنف نسواں بقا کی ضامن اور محافظ نہ ہوتی تو عورتوں کا پیدا ہونا کبھی کا موقوف ہوگیا ہوتا اس پر بھی صنف ذکور اور صنف نسواں میں شروع سے ایک طرح کی کشمکش قائم ہے لیکن قدرتی کمزوریوں کی وجہ سے عورتوں کا پلہ ہمیشہ مردوں کے مقابلے میں ہلکا رہا ہے اور مقتضائے فطرۃ بھی یہی ہے کہ تیل اور پانی ایک بوتل میں بھرے جائیں تو تیل اوپر رہے عورت پانی کی جگہ ہے اور مرد تیل کی جگہ مرد عورت سے یعنے میاں بیوی میں جو نسبت ہونی چاہیے

قرآن میں صاف لفظوں میں بتا دی ہے ایک جگہ فرمایا اَلرِّجَالُ قَوّٰامُوْنَ
عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ
فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۔ مردوں کی خداداد توانائی کی طرف اشارہ ہے
اور یہ مردوں کی برتری ایک وجہ ہے دوسری وجہ بما انفقوا من اموالھم ہے
دوسری جگہ فرمایا وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ
دَرَجَةٌ پھر یہ فطرت کے قاعدے ایسے ابدی اور مستمر ہیں کہ ان کا
نقص ممکن نہیں ہے لَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا
مرد عورت اگر خدا کی باندھی ہوئی فطری حد میں رہیں تو مرد عورت کا تعلق اس
قسم کا ہے کہ دنیا دونوں کے حق میں بہشت ہو جائے لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا
لَغْوًا وَّلَا تَاْثِيْمًا مگر حضرت آدم کی اولاد کیا مرد کیا عورت ایسا تیکھا مزاج لیکر آئی
ہے کہ نہ ٹھہرا جائے گا اور نہ اٹھایا جائے ہزاروں برس سے دنیا ایک وضع
خاص پہ چلی جا رہی تھی بیٹھے بٹھائے اہل یورپ نے ایک شوشہ اٹھا کھڑا
کیا کہ آدم زاد ہوتے ہیں مرد عورت دونوں برابر مردوں نے عورتوں کے
حقوق غصب کر کے کاروبار سلطنت سارا اپنی مٹھی میں کر رکھا ہے سو اسے
طبل بلند بانگ در اندرون ہیچ۔ تمام غل غپاڑے کا نتیجہ یہ ہوا کہ کچھ عورتیں تار و ڈاک
خانے میں نوکر رکھی گئیں کچھ شفاخانوں میں بیمارداری اور دایہ گیری کچھ ہوا سے

سلہ مرد عورتوں سے کیوں بڑھے ہیں اس کے دو سبب (ایک یہ) یہ کہ آدمیوں میں (اللہ نے
بعض (یعنی مردوں) کو بعض (یعنی عورتوں) پر دل کی مضبوطی اور جسمانی توانائی میں برتری دی ہے دوسرا
سبب یہ کہ مرد عورتوں پر اپنا مال خرچ کرتا ہے سلہ اور جیسے مرد کے حق عورتوں پر ہیں
ویسے ہی دستور کے مطابق عورتوں کا حق (مردوں پر) ہاں مردوں کو عورتوں پر فوقیت ہے سلہ (اے پیغمبر)
تم خدا کے قاعدے کو ہرگز بدلتا ہوا نہ پاؤ گے اور نہ خدا کے قاعدے کو ہرگز ٹلتا ہوا پاؤ گے

درجے کے سکولوں میں معلمی کی خدمتوں پر مامور ہیں مگر عورتیں تو مقنن اور سپہ سالار بننے کے فکر میں ہیں کوئی ان کو ایاز قدر خود بشناس۔ اور ہر جبکے را بہر کارے ساختند کا سبق نہیں پڑھاتا کہ پتا مار کر گھر کے کام کاج میں لگ جائیں جو ان کے کرنے کا ہے اور جس کے لیے خدا نے ان کو پیدا کیا ہے صرف ایک اسلامی شریعت ہے جو اس بات کا دعوے کر سکتی ہے کہ اس نے زن و شوہر کے تعلق کے بارے میں جو فیصلہ کیا ہے وہ بالکل مطابق فطرۃ ہے اور اس میں دونوں کے حقوق کی واجبی رعایت ہے لیکن مولوی روم نے ٹھیک فرمایا ہے ؎

چون غرض آمد ہنر پوشیدہ شد
صد ہزاراں پردہ سوئے دیدہ شد

حق تو یہ ہے کہ علاوہ اسلامی فیصلے کے کوئی فریق بھی مل سکتا ہی نہیں نہ عورتیں نہ مرد فیصلہ قرآن کی دو آیتیں ہیں جو ترجمے سمیت ذیل میں نقل کی جاتی ہیں وان خفتم الا تقسطوا فی الیتمے فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنے وثلث وربٰع فان خفتم الا تعدلوا فواحدۃ او ما ملکت ایمانکم ذلک ادنیٰ الا تعولوا ۔ ولن تستطیعوا ان تعدلوا بین النساء ولو حرصتم فلا تمیلوا کل المیل فتذروھا کالمعلقۃ (سورۂ نسا ۱۹)

اور اگر تم کو اس بات کا اندیشہ ہو کہ یتیم لڑکیوں کے بارے میں انصاف قائم نہ رکھ سکو گے تو اپنی مرضی کے مطابق دو دو عورتیں تین تین اور چار چار عورتوں سے نکاح کر لو لیکن اگر تم کو اس بات کا اندیشہ ہو کہ بیویوں میں اور یتیم لڑکیوں کے بارے میں انصاف نہ کر سکو گے تو یہ حق کہ یتیم لڑکی کسی کی سرپرستی میں

برابری کے ساتھہ برتاؤ نہ کروگے تو اس صورۃ میں ایک ہی بی بی کرنا یا جو لونڈی تمہارے قبضے میں ہو اُسی پر قناعت کرو۔ ف۲ نامنصفانہ برتاؤ سے بچنے کے لیے یہ تدبیر زیادہ تر قرین مصلحت ہے۔ اور تم اپنی طرف سے بہتیرا چاہو لیکن یہ تو تم سے ہو نہیں سکیگا کہ (کئی کئی) بیبیوں میں پوری پوری برابری کرسکو تو بالکل (ایک ہی طرف) مت جھک پڑو کہ دوسری کو (اس طرح چھوڑ بیٹھو گویا) ادھر میں لٹک رہی ہے۔

ہم نے دونوں آیتوں کو ملا کر یہ مطلب سمجھا ہے کہ مسلمان مرد کو وقت واحد میں چار بیبیوں تک کے جمع کرنے کی اجازت ہے بشرطیکہ وہ متعدد بیبیوں میں برابری قایم رکھہ سکے ورنہ ایک پر قناعت کرے یا لونڈیوں پر۔ برابری میں ایک طرح کا ابہام تھا تو اس کو آیتہ (۲) اسے رفع کردیا کہ پوری برابری تو تم نہ کرسکوگے تو ایسا بھی نہ کرنا کہ بالکل ایک ہی کے ہو رہو یعنی وہ برابری جسپر تکثیر ازواج کی اجازۃ موقوف ہی اسیقدر ہے کہ آدمی ایک ہی بی بی کا نہ ہو رہے کہ دوسرے کی بالکل خبر تک نہ لے آیتہ (۱) اسے تکثیر

(بقیہ نوٹ) ہوتی اور وہ اس کے مال وجمال کی وجہہ سے اس کے ساتھہ نکاح تو کر لیتا لیکن نکاح کے بعد اس کے حقوق مہر وغیرہ کی چنداں پروا نہیں کرتا اس بیچاری کا کوئی دلی وارث نہ تھا کہ ٹھوک بجا کر اس کے حقوق لیتا اللہ نے فرمایا کہ جب تم انصاف نہیں کر سکتے تو تم ان سے نکاح ہی مت کرو کسی اور عورت سے کرو عورتوں کا دنیا میں کال نہیں۔

ف۲ شرع کی رو سے صرف وہ کافر لونڈی غلام ہیں جو جہاد یعنی مذہبی لڑائی میں پکڑے ہیں پھر گرفتار ہونے کے پیچھے مال منقولہ کی طرح اونکی خرید و فروخت بھی ہوتی رہتی ہے اب اس سرے سے اس سرے تک سارے ہندوستان میں لونڈی غلام نہیں اور حاکم وقت کی طرف سے بھی اس کی بڑی سخت ممانعت ہے اور یہ جو لوگ قحط میں بچے پال لیتے

ازدواج پر برابری کی بڑی سخت قید لگادی تھی اور اس سے ظاہر ہے ایسا سمجھا جاتا تھا کہ کامل برابری مراد ہے کہ وہ مرادف ممانعت ہے آیۃ (۲) نے اسکو قید سے ڈھیلا کر دیا۔ جس سے معلوم ہوا کہ تکثیر ازدواج مقدور بشر ہے آیۃ (۲) سے تکثیر ازدواج کا رستہ تو کھلا مگر کہیں اس کی صراحۃ نہیں کہ مردوں کو تکثیر ازدواج کی کشمکش میں پڑنے کی ضرورۃ ہی کیا ہے مگر جنکو خدا نے ذہن رسا دیا ہے وہ لنساؤکم حرث لکم سے ضرورۃ مستنبط کر سکتے ہیں اور ہم اس کی تصریح اوپر کر بھی چکے ہیں کہ عورت تکثیر ازدواج کی محل ہی نہیں مرد ہے تو مرد تکثیر کا حقدار ٹھہرا۔ عورۃ کا محل نہ ہونا اور مرد کا ہونا ہی مرد عورت میں فساد کا موجب ہے عورتیں چاہتی ہیں کہ مرد تکثیر سے مطلقاً مستفید نہوں مرد تکثیر نامحدود کے دعوے دار ہیں اسلام نے مردوں کو تکثیر محدود کی ڈگری دی۔ اہل عرب اسلام سے پہلے تکثیر نامحدود ہی پر عمل کرتے تھے اسلام نے تکثیر کو محدود کر کے عورتوں پر احسان کیا اسپر بھی عورتیں اسلام کے فیصلے سے خوش نہیں ان کی ناخوشی کی ایک وجہ اور بھی ہے اور وہ معقول ہے کہ مرد کئی بیبیوں میں سے کسی ایک کے حسن صورۃ یا کسی ادا کے مفتوں ہو کر اسی کے ہو رہتے ہیں۔ یعنے آیۃ (۲) کا ممکن عدل کا کرنا بھی ان سے ناممکن ہو جاتا ہے اذا فات الشرط فات المشروط کی رو سے مردوں کو تکثیر کی اجازت سے مستفید ہونے کا کوئی حق نہیں۔ بات تو واجبی ہے مگر خبیات الشئی یعمی ویصم تکثیر ازدواج کا شوق مفرط اور عیش پرستی مرد کیا باز آنیوالے تھے خصوصاً عرب کے جاہل جو کسی قاعدے کے پابند نہ تھے ہمارے نزدیک ازواج کو

(بقیہ نوٹ) ہیں یا دستکار خدمت پیشہ یہ ہم سب کی طرح آزاد ہیں ان سے ساتھ لونڈی غلام کا سا برتاؤ کرنا گناہ ہے خدا کا اور جرم حاکم کا ۱۲۔

تین چیزوں نے بڑھنے نہ دیا۔ اول درجے میں خوف کثرۃ عیال نے دوسرے
درجے میں اسلامی شریعۃ کی تحدید نے۔ تیسرے درجے میں اسلامی فتوحات
نے کہ اسیران جنگ میں عورتیں پکڑ آتی تھیں پھر عام دستور بین الاقوام کے
مطابق چاہیئے ان سے لونڈیوں کی طرح کام لو یا بیاہ کر بیوی بنا کر رکھو مگر
ان سے اولاد ہو گی لونڈی بچے کہلائیں گے شریفوں کی نظر میں ذلیل آیتہ (۱) (۲)
کا فیصلہ فیصلہ نہیں بلکہ حکم یعنی ڈگری ہے ہمارے وقتوں کے عدالت کا یہ
قاعدہ ہے کہ حاکم عدالت کسی مقدمے کی تجویز لکھتا ہے تو اس میں مدعی مدعا
علیہ کا نام دعوے کی صراحت مدعا علیہ کا جواب پھر مدعی کیطرف کا جواب الجواب
پھر فریقین کا ثبوت اور جرم اور فیصلے کے دلائل یہ سب باتیں تفصیل سے
ساتھ لکھی ہوتی ہیں اسکو فیصلہ یا تجویز کہتے ہیں اور فیصلے کے نتیجے کو حکم اخیر
یا ڈگری کہتے ہیں اسی اعتبار سے ہم نے آیتہ (۱) و (۲) کو حکم اخیر کہا۔ حکام عدالت
جو لمبے چوڑے مدلل ومفصل فیصلے لکھتے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ انکی عقل
اور معدلت پر اعتماد نہیں مگر خدا کی نسبت تو ایسا احتمال تو کیا واہمہ بھی نہیں ہوسکتا
اسی لیے اسگلے مسلمان جو حکم ان کو دیا جاتا وہ بے چون وچرا اسکو کان دبا کر تسلیم
کر لیتے تھے۔ جیسے ابو بکرؓ کو پیغمبر صاحب نے معراج کا حال بیان کیا ابو بکرؓ نے
سنتے کے ساتھ یقین کر لیا اور پیغمبر صاحب کی تصدیق کی اور اسی سے صدیق
کہلائے لوگوں نے دلیل مانگی تو کہا کہ پیغمبر صاحب کا فرمانا۔ اب نہ ویسے ایمان
رہیں نہ ویسی طبیعتیں لوگ مونہہ سے تو ایمان و اسلام کے بڑے لمبے چوڑے
دعوے کرتے ہیں مگر انکو بے دلیل پوری تشفی نہیں ہوتی۔ یعنی انکو اپنی عقل
پر جس کی حقیقت معلوم ہے وثوق ہے خدا رسول کے فرمانے پر نہیں سچ
ہے کہ ہم عقل ہی کیوجہ سے مکلف بالشرائع ہیں اور قرآن میں جابجا افلا تفکرون

اور افلا تعقلون اور افلا تذکرون سے ہم کو خطاب بھی کیا گیا ہے یہ سب کچھ مگر اس کے ساتھ وما اوتیتم من العلم الا قلیلا بھی ہے پس سلیم الطبع آدمی کو چاہیے کہ سوچ سمجھ کر عقل کو دخل دے۔

نہ ہر جائے مرکب توان تاختن　　　　کہ جاہا سپر باید انداختن

سوچنے اور غور کرنے سے قدم قدم پر وما اوتیتم من العلم الا قلیلا کی تصدیق ہوتی ہے دور کیوں جاؤ روح سب سے زیادہ قریب چیز ہے مگر آجتک کسی سے یہ عقدہ حل نہ ہوا کہ کیا ہے اور جسم سے کس طرح کا تعلق رکھتی ہے لوگوں نے امتحاناً پیغمبر صاحب سے روح کی حقیقت دریافت کی جواب ملا الروح من امر ربی جس کے یہی معنے ہیں کہ یہ باتیں تم بنی آدم کی رسائی عقل کی حد سے باہر ہیں اسیطرح ہم نے تکثیر ازواج کے بارے میں تھیرا سوچا کہ شارع نے تکثیر حد غایت چار کیوں رکھی ہے مگر یہی خیال ہوا کہ شاید چار سے تحدید مقصود نہ ہو بلکہ مطلق تکثیر مقصود ہو اور طرز کلام دو دو تین تین چار چار اسپر دلالت بھی کرتا ہے علاوہ بریں ہم دیکھتے ہیں کہ دوسری زبانوں میں ایک بڑا عدد بولا جاتا ہے اور وہ خاص عدد مراد نہیں ہوتا بلکہ کثرۃ مراد ہوتی ہے ؎

ذبح کر ڈالونگا اب کے تو بولا شب وصل　　　　میں نے سو بار تجھے مرغ سحر چھوڑ دیا

؎ ہزار بار بشویم دہن زمشک و گلاب
؎ ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی ست

ان لبوں نے نہ کی مسیحائی　　　　ہم نے سو سو طرح سے مر دیکھا

اسی طرح کا ایک واقعہ اعداد کے متعلق پیغمبر صاحب کو بھی پیش آیا تھا۔ کہ جناب پیغمبر صاحب نے چالیس برس کی عمر میں پیغمبری سے سرفراز ہو کر

اپنے وطن سے نکلے ہیں جہاں سارے جزیرہ عرب کا معبد ابراہیمؑ کا بنایا ہوا خانہ کعبہ تھا دین اسلام کی منادی شروع کی۔ خانہ کعبہ کے متوتی اور مجاور قبیلۂ قریش کے لوگ تھے اور یہ قبیلے کا قبیلہ خانہ کعبہ کی خدمت تولیت کی وجہہ سے معزز ترین قبایل سمجھا جاتا تھا۔ پیغمبر صاحب قبیلۂ قریش کے معزز ترین خاندان میں پیدا ہوئے ہرچند قریش کا ادب خانہ کعبہ کی وجہہ سے تھا اور خانہ کعبہ کا ادب بنانے ابراہیمؑ ہونے کی وجہہ سے اور ابراہیم بڑے پکے موحدؔ تھے یہانتک کہ انکو عقیدہ حقہ توحید کا موجد کہا جائے تو کچھہ بیجا نہیں اور موجد نہ سہی تو مروج اور مجدّد ہونے میں تو کچھہ شک نہیں کیفیت بہر باوجود سے کہ اہل عرب نسل ابراہیمؑ اور نئی زعمہم ابراہیمؑ کے مذہب پر قایم ہی سے تھے مگر مرور زمانہ کیوجہہ سے توحید کو چھوڑکر مشرک اور بت پرست ہوگئے تھے خدا نے پیغمبر صاحب کو اسی ابراہیمی عقیدہ توحید کو از سرنو زندہ کرنے کی غرض سے پیغمبر بنا کر بھیجا توحید کی منادی کرنا تھا کہ سارا عرب کنفس واحدت دشمنی پر کمربستہ ہوگیا زبان سے ہاتھہ پاؤں سے جو تکلیفیں نہیں پہنچائی تھیں پونہچائیں جو ایذائیں نہیں دی تھیں دیں پیغمبر صاحب کامل ۱۳۔ برس فوق البشریۃ صبر و تحمل کے ساتھہ تمام مظالم برداشت کرتے اس ۱۳۔ برس کی مدت میں جو کچھہ تھوڑی مدت نہیں لوگ دستور کے مطابق اطراف وجوانب سے سال درسال بیت خانہ کعبہ کی زیارت کو آتے اور اپنے طور کی پوجا پاٹ کرکے چلے جاتے اور سمجھتے کہ حج کر آئے ادھر پیغمبر صاحب تبلیغ رسالت کے لیے ایسے ہی جگھتوں میں ہوں کے علاوہ تھے جہاں ہجوم دیکھا جا منادی کی اتفاقاً رسالت کے کروہ پیغمبر صاحب کے مدینے کے قافلے والوں سے بات چیت کا موقع پایا

دعوی رسالت کی خبر تمام ملک میں پھیل چکی تھی قافلے والوں میں کچھ لوگ
منصف مزاج اور معقول پسند بھی تھے سننے کے ساتھ تھوڑی دیر بعد
پہلے ہی وعظ میں چھ آدمی ایمان لے آئے اور مدینے جاکر دوسروں
سے سارا حال بیان کیا اور بہتیروں کو اپنا ہمخیال بنالیا رسالت کے تیرہویں
برس ایک جم غفیر پیغمبر صاحب کی باتیں سننے کے شوق میں حج کے دنوں
میں مکے پہونچا اور تاکہ مکے والوں کو خبر نہ ہو شہر کے باہر قافلے سے الگ
ایک جگہ تجویز کی کہ وہاں پیغمبر صاحب وعظ فرمائیں اِس جلسے میں ۷۳
مرد اور ۲ عورتوں نے پیغمبر صاحب کے ہاتھ پر بیعت کے علاوہ جب
ان کو قریش کے مظالم کی خبر ہوئی تو انہوں نے پیغمبر صاحب سے التجا کی کہ
اگر جناب کسی طرح ناخداترس دشمنوں کے نرغے سے نکل کر مدینے تشریف
لے آئیں تو ہم اپنی جان و مال و عیال کی طرح آپ کی حمایت اور حفاظت
کریں گے یہ قول و قرار ہوکر قافلہ مدینے کو روانہ ہوا قریش کو ان باتوں کی
خبر لگی مگر بہ دیر جب قافلہ ان کی دسترس سے باہر نکل جاچکا تھا مدینے
والوں کی بیعت قریش کے حق میں ہر سمند ناز پہ ایک اور تازیانہ ہوا لگے
پیغمبر صاحب اور ان کے اقل قلیل ضعفا اتباع پر اضعافاً مضاعفہ سختیاں
کرنے آخر یہ ٹھہرائی کہ یہ شخص ہمارے دین آبائی کے بُرا پیچھے پڑا ہے
تخویف تطمیع سب کچھ تو کر دیکھا کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی آخر الدوا الکی بس
اب یہ نہیں یا ہم نہیں آؤ آج رات اس کے گھر کو گھیرے پڑے رہیں
ان ہیون نماز کو باہر آئے تو ایک دم سے سب ٹوٹ پڑیں اور اس
اسی طرح کا ایک وار
کر جناب پیغمبر صاحب نے چچا دینا آئے گی چندہ کر بھر دیں گے جو

ما در چہ خیالیم و فلک در چہ خیال کارے کہ خدا کند فلک را چہ مجال

لوگ رات بھر گھر گھیرے پڑے رہے اور پیغمبر صاحب راتوں رات پچھواڑے سے نکل اپنے رازدار ابوبکر کو ساتھ لے مکے سے تین میل کے فاصلے پر غار ثور میں جا چھپے آس پاس سارے کونے کھدرے کھونڈ مارے کہیں پتہ نہ ملا پیغمبر صاحب تین دن چھپے رہ کر ادپری راستے سے بالا بالا مدینے جا داخل ہوئے یہ داخل ہجرت کہلایا جس کی یادگار میں مسلمانوں ہجری سنہ چلا مدینے میں ہجرت سے پہلے ہی اسلام نے بہتیرے دلوں میں جگہ کر لی تھی پیغمبر صاحب کے تشریف لانے سے لوگ ایسے گرنے شروع ہوئے جیسے شمع پر پروانے لیکن باغ میں گل کے ساتھ کانٹے ضرور ہوتے ہیں مکے میں قریش تھے تو یہاں مدینہ میں یہود کہ یہ لوگ مدینہ اور حوالی مدینہ میں کثرت سے آباد تھے اور ہر طرح کا اقتدار رکھتے تھے موسے کی امت اور تورات کی پیشین گوئی کی رو سے پیغمبر آخر الزماں کے منتظر بھی تھے مگر پیغمبر موعود کو از خود نسل اسحٰق سمجھ رکھا تھا اور نہیں چاہتے تھے کہ شرف نبوت ان کی قوم سے کسی دوسرے کی طرف منتقل ہو۔ چونکہ پیغمبر صاحب اسحٰق کے بڑے بھائی اسمٰعیل کی نسل میں تھے یہود نے اپنی ادعائی خصوصیت کی بنیاد پر پیغمبر صاحب سے خدا واسطہ کا بیر باندھ لیا تھا۔ لگے تورات کی پیشین گوئیوں میں طرح طرح کی تحریفیں کرنے غرض مدینے کے یہود پیغمبر صاحب کی مخالفت میں قریش مکہ سے بھی چند قدم آگے تھے یہود کے علاوہ خود مدینے کے اصلی باشندوں میں سے بھی ایک گروہ پیغمبر صاحب کے روز افزوں اقتدار کا حسد رکھتا تھا۔

یہ لوگ در پردہ یہودیوں سے میل جول رکھتے تھے مگر مسلمانوں کے مقابلے میں تھے مغلوب اور اسی لیے ظاہر میں مسلمان بنتے تھے غرض یہ لوگ ایسا جوا کھیلتے تھے کہ طاق اور جفت دونوں داؤں اپنے۔ قرآن میں منافقوں کو جا بجا سرزنش کی گئی ہے منافقوں سے یہی لوگ مراد ہیں ان کا رئیس تھا ایک شخص عبد اللہ بن اُبی بن سلول مدینے کے رہنے والوں میں اوس اور خزرج دو برابر کی ٹکر کے بڑے زبردست قبیلے تھے ان میں پشت ہا پشت سے خانہ جنگیاں چلی آتی تھیں عبداللہ حقیقت میں قبیلہ خزرج کا بڑا با وقعت سردار تھا پیغمبر صاحب کی ہجرۃ سے ذرا پہلے لوگ اسکو بادشاہ بنانے کی طیاریاں کر رہے تھے تاج شاہی تک بنوا لیا تھا پیغمبر صاحب کی تشریف آوری سے منصوبے ناتمام رہ گئے تو عبداللہ کو پیغمبر صاحب کا جتنا حسد ہو تھوڑا۔ پیغمبر صاحب کے آنے کے پیچھے برسوں اسلام مدینے میں کھچڑی رہا۔ عبداللہ منافق اسلام کی بیخ کنی کے درپے پیغمبر صاحب کو دیکھکر اندر ہی اندر اس کا خون کھولنے لگتا تھا اسی کا بیٹا حباب ظاہر و باطن راسخ العقیدت مسلمان جہاں پیغمبر صاحب کا پسینہ گرے اپنا خون گرانے کو موجود پیغمبر صاحب کو اس عبداللہ سے بھی مار کی طرح بڑی سخت تکلیفیں پہنچیں۔ ازانجملہ یکے از ہزار مشتے نمونہ از خروارے یہ کہ ہجرۃ کے دوسرے برس مسلمانوں سے اور قریش سے بدر کی لڑائی ہوئی اس لڑائی میں باوجودیکہ لشکر قریش کے مقابلے میں مسلمانوں کی کچھ بھی حقیقت نہ تھی قریش کو شکست فاش ہوئی۔ چوٹی کے سردار مارے گئے بقیۃ السیف گرفتار۔ مگر بھاگتے بھاگتے بھی قریش دھمکی دیتے گئے کہ اگلے برس اس اتفاقی شکست کا بدلہ لیں تو سہی چنانچہ

اگلے برس لشکر جبار سے مدینے کو آگھیرا چار و ناچار لڑنا پڑا پیغمبر صاحب کا قاعدہ تھا کہ جو بات کرتے تھے سب کی صلاح سے۔ پیغمبر صاحب کی اپنی رائے تو یہ تھی کہ مدینے سے باہر چل کر لڑیں۔ لوگوں سے مشورہ لیا تو منافقوں نے بڑی سختی کے ساتھ اختلاف کیا کہ نہیں شہر کے اندر مکانات کی آڑ پکڑ کر لڑنا مناسب ہے لڑائی تو آخرکار پیغمبر صاحب کی رائے کے مطابق مدینے کے باہر دو ڈھائی کوس کے فاصلے پر کوہ احد کے پاس ہوئی مگر منافقوں کے اختلاف کی وجہ سے بہتیرے لوگ مدینے سے نکلے ہی نہیں اور جو بادل ناخواستہ دکھاوے کو نکلے بھی تھے ان کو بھی عبداللہ بہکا کر بیچ رستے لوٹا لایا بعض نے اس کو بہتیرا پس و پیش سمجھایا کہ اس طرح کی صریح مخالفت سے مسلمان ہمیں مدینے میں نہیں رہنے دیں گے تو کہتا کیا ہے۔ لئن رجعنا الی المدینۃ لیخرجن الاعز منھا الاذل (سورۂ منافقون) منافق کہتے ہیں کہ اگر ہم مدینے لوٹ کر گئے تو عزت والا ذلیل کو وہاں سے نکال باہر کرے تو سہی۔

اس کے بیٹے اپنے تئیں اس سے تغیر کیا اور پیغمبر صاحب کو نعوذ باللہ اول سے۔ بیٹا پیر شکر اپنے آپے سے باہر ہو گیا اور پیغمبر صاحب اگر اس کو نہ روکتے تو اس نے باپ کو قتل ہی کر دیا ہوتا اس ایک واقعے میں کتنی ہی باتیں مضمر ہیں۔ عبداللہ کی حد درجے کی گستاخی۔ بیٹے کی عقیدت پیغمبر صاحب کا حلم بالآخر وہ وقت آیا جو سب کو آنا ہے عبداللہ مر رہا تھا اس کو حب جاہ نے تباہ کیا اب آخری وقت میں اس کو جاہ کی طرف سے بالکل ناامیدی ہوئی تو اس نے الغریق یتشبث بالحشیش[1] کفر سے

[1] ڈوبتا ہوا تنکے کا سہارا پکڑا کرتا ہے ۱۲

لیے تبرکاً پیغمبر صاحب کا کرتہ منگوا بھیجا پیغمبر صاحب نے اس کے بیٹے کی دلداری سمجھو تو یا گروہ منافقین کی تالیف و استمالۃ سمجھو تو یا عبد اللہ کے ظاہری اسلام کا لحاظ سمجھو تو بے تامل اوتار اپنا کرتہ بھجوا دیا عمرؓ کے منع کرتے کرتے اس کے جنازے کی نماز پڑھائی۔ شریک دفن ہوئے اور دیر تک قبر پر کھڑے ہوئے اس کے حق میں دعا کرتے رہے دشمن کے ساتھ اس کے مرے پیچھے اتنی عنایت کا اظہار پاک نفس پیغمبر کے سوائے کس سے ہو سکے بات کے سلسلے میں عمرؓ کے روکنے کا ذکر آگیا تو ان کے منع کرنے کی وجہ بھی اسلام کی خیر خواہی تھی کہ یہی منافق اسلام کی چلتی گاڑی میں روڑے اٹکاتے رہتے تھے اور عمرؓ شدید الباس اور مزاج کے کسیقدر سخت بھی تھے نظر بہ حالات ملکی اس وقت کے اسلام کو پیغمبر صاحب کی نرمی اور انکی سختی دونوں کی یکساں ضرورت تھی جیسے کھیتی کو اسکو وقت پر پانی چاہیے اور وقت پر تابش آفتاب ؎

درشتی و نرمی بہم در بہ است　　　چو رگزن کہ جراح و مرہم نہ است

یہ عمری ہیبت ہی تو تھی جس کی وجہ سے پیغمبر صاحب ابتدائے رسالت میں خدا سے دعائیں مانگا کرتے تھے اللّٰھم اعز الاسلام بابی جہل بن ہشام۔ اور بعمر بن الخطاب۔ یہ عمری ہیبت ہی تو تھی کہ عمرؓ کے اسلام سے پہلے مسلمان تھوڑے ہی سہی مگر کسی کی جرأت نہ تھی کہ ادائے نماز کے لیے خانہ خدا کی طرف رخ تو کرے ہاں عمرؓ اسلام لائے تو سب کو ڈھونڈتے ہوئے ساتھ لیکر گئے گئے چھت پر چڑھکر اذان دی نماز پڑھی

؎ خداوندا ہشام کے بیٹے ابوجہل یا خطاب کے بیٹے عمر سے اسلام کو غلبہ عنایت کر ۱۲

قریش خانہ کعبہ کے گرد بیٹھے دیکھا کئے کسی نے چوں نہ کی۔

یہ عمرؓ ہی ہیبت ہی تو تھی کہ پیغمبر صاحب کے مدینے گئے پیچھے باقی ماندہ مسلمانوں پر قریش کی طرف سے بڑی سختیاں ہونے لگیں رہتے ہیں تو ستائے جاتے ہیں جاتے ہیں تو جانے نہیں پاتے نہ پائے رفتن نہ روئے ماندن۔ تو بیچارے چوری چھپے رات نکل بھاگتے اور کسی طرح گرتے پڑتے مدینے جا پہنچتے عمرؓ نے ہجرت کا ارادہ کیا تو دن دہاڑے ساز و سامان سفر درست کرکے ہتھیار لگا کے اور پکار پکار کر کہتے ہوئے چلے کہ جس کو اپنی بیوی کو رانڈ اور اپنے بچوں کا یتیم کرنا منظور ہو وہ شہر کے باہر نکلے اور مجھے روکے یہاں سب کو سانپ سونگھ گیا تھا ایک سے نہ ہو سکا کہ جاتے کو پکار سکے یہ عمرؓ ہی ہیبت ہی تو تھی کہ اسلام کی بنیاد تو پیغمبر صاحب نے رکھی اور عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں روم اور فارس جیسی زبردست سلطنتوں کو زیر کر کے اس بنیاد پر سلطنت اسلام کی ایک شاندار عمارت بنا کھڑی کی اصلها ثابت وفرعها فی السماء عمرؓ کی خود خصلت کی پوچھو تو مختصر یہ ہے کہ وہ اسلام کے آگے کسی باشد کسی کی لگی لپٹی نہیں رکھتے تھے انہوں نے پیغمبر صاحب کے ساتھ منافقوں کا اور رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی کا برتاؤ دیکھا تھا اور منافقوں کے بارے میں آیات قرآنی سنی تھیں اور ان کے دل پر نقش تھیں ازانجملہ استغفر لهم او لا تستغفر لهم سبعين مرة فلن يغفر الله لهم[1] اسلامی جوش میں آکر انہوں نے پیغمبر صاحب کو عبد اللہ کے

[1] اے پیغمبر تم ان کے حق میں مغفرۃ کی دعا کرو یا ان کے حق میں مغفرۃ کی دعا نہ کرو ان کے لیے یکساں ہے اگر تم ستر دفعہ بھی ان کے لیے مغفرت کی دعا کروگے تو خدا ہرگز ان کی مغفرت نہیں کرے گا۔

چنانچہ نماز پڑھانے سے روکا اور سبعین سے ستر کا عدد خاص نہیں
بلکہ مطلق تکثیر مراد لی عمرؓ اصل عرب تھے ان سے بڑھکر محاورات زبان
عرب سے کون واقف ہوسکتا ہے ادھر پیغمبر صاحب نے باوجودیکہ
افصح العرب تھے سبعین سے ستر کا عدد خاص مراد لیا اور فرمایا کہ میں
ستر بار سے زیادہ بار عبداللہ کے لیئے استغفار کروں گا شاید خدا
اس پر رحم کرے بات اس پر چلی تھی کہ آیت فانکحوا ما طاب لکم من
النساء مثنیٰ وثلث وربٰع کے اعداد کی نسبت ہمارا ذہن اس طرف
منتقل ہوا کہ عجب نہیں اعداد خاص نہیں بلکہ مطلق تکثیر غیر محدود مراد ہو جیسے
کہ اردو اور فارسی زبانوں میں ہے پھر زبان عربی سے سند لینی چاہی تو آ
ان تستغفر لہم سبعین مرۃ خیال میں آئی کہ پیغمبر صاحب نے سبعین سے
ستر کا عدد خاص سمجھا اور عمرؓ نے اسکو تکثیر پر محمول کیا اس کے ضمن میں
ہم نے ہجرۃ اور منافقوں کا حال اور عمرؓ کا حال بہت سے مضامین لکھ
ڈالے ناظرین ان مضامین کو بہر قسم کے مضامین سمجھیں گے۔ مگر ہمارا
یہ ہے کہ موسیٰ نے کوہ طور پر پیغمبری اور معجزہ عصا دیتے وقت خدا نے
موسیٰ سے اتنا ہی پوچھا تھا کہ وما تلک بیمینک یموسیٰ[۱] موسیٰ نے
جواب میں عرض کیا کہ ھی عصای اتوکؤا علیہا واھش بہا علی غنمی ولی
فیہا مآرب اخریٰ[۲]۔ وما تلک بیمینک یا موسیٰ کا جواب عصائے ہی
کرتا ہے مگر موسیٰ کو شوق ہمکلامی پروردگار نے بس نہ کرنے دیا ہم کو بھی نہ

۱؎ موسیٰ تمہارے داہنے ہاتھ میں کیا چیز ہے۔

۲؎ میری لاٹھی ہے میں اس پر سہارا لگاتا ہوں اور اسی سے اپنی بکریوں پر درختوں سے پتے جھاڑتا ہوں اور اسی لاٹھی میں میرے اور بھی اغراض ہیں۔

کی باتوں میں مزہ آتا ہے کچھ کہنا ہو تو خود بخود بات جی سے نکلی چلی آتی ہے اس ہی کو ہم اپنا ایمان اور اسی کو ہم اپنا اسلام اور اسیکو ہم اپنا عمل سمجھتے ہیں اور اسی کے بھروسے پر نجات آخرت کی آس لگائے بیٹھے ہیں بہرکیف ناظرین سے درازی سخن کی معافی مانگ کر اصل مطلب کی طرف رجوع کرتے ہیں کہ گو عمرؓ بجائے خود زبان عربی کے محاورات اور اسالیب الکلام کے بڑے ماہر تھے اور قریش کی فصیح تر عربی ان کی مادری زبان تھی مگر پیغمبر صاحب کو زبان دانی کے اعتبار سے بھی ہم سب سے برتر اور بہتر سمجھتے ہیں۔ اور خود صحابہ نے بارہا اس کا اعتراف کیا ہے پس آیۃ ان تستغفر لھم سبعین مرۃً کے قیاس پر مثنیٰ وثلث ورباع میں بھی اعداد خاص مراد لیتے ہیں نہ مطلق تکثیر۔ اور بخاری کی دو حدیثوں نے تو ہمارے خیال کو ظن فاسد قرار دے کر اس کا قطعی فیصلہ کر دیا

عن ابی ھریرۃ أن غیلان اسلم وتحتہ عشر نسوۃ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ قبل امسک اربعًا وفارق باقیھن عن کعبؓ ان نوفل بن معاویہ اسلم وتحتہ خمس نسوۃ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امسک اربعًا وفارق واحدۃ

(ترجمہ) ابوہریرہؓ سے روایہ ہے کہ غیلان مسلمان ہوا تو اس کے پاس پوری دس عورتیں تھیں جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چار عورتیں کو رکھ لو اور باقی (چھ عورتوں) کو چھوڑ دے کعبؓ کہتے ہیں کہ معاویہ کا بیٹا نوفل مسلمان ہوا ہے تو اس کے پاس پانچ عورتیں تھیں پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چار کو رکھ لو اور ایک کو چھوڑ دو۔

غرض یہ بات تو طے پاگئی کہ مسلمانوں کو قرآن کی رو سے وقتِ واحد میں
چار بیبیوں تک کے جمع کرنے کی مشروط اجازت ہے مطلق تکثیر کی نسبت
تو بقدر کافی اوپر لکھا جا چکا جس سے ظاہر ہوگیا کہ تکثیر نسل آدم اور مرد
اور عورت کی فطرة دو چیزیں تو متقاضی ہیں کہ مرد کو تکثیر ازدواج کی اجازت
دی جائے تاکہ وہ نسل کو بڑھا سکے اور چونکہ عورت میں تکثیر ازدواج سے
نسل کے بڑھانے کی صلاحیت نہیں اسکو تکثیر ازدواج کی اجازت
دینا لاحاصل. لیکن تکثیر نسل کے ساتھ اسکی ضرورت بھی ہے کہ مرد اور
عورت جو میاں بی بی ہیں امن و عافیت کے ساتھ زندگی بسر کریں۔

مشکل یہ ہے کہ تکثیر ازدواج حد شرعی کے اندر ہو یا باہر جائز ہو یا
ناجائز ہر حالت میں منافی امن و عافیت ہے جیسا کہ دیکھا جاتا ہے
اس سے تو ہر شخص یہی نتیجہ نکالیگا کہ تکثیر کی اجازت گو وہ مشروط اجازت
ہے صرف قرآن میں لکھنے کے لیئے ہے کوئی مرد اس سے بطریق
جائز مستفید نہیں ہو سکتا۔ پس اسلام جو دین فطرة ہونے کی شیخی بلند تر ہی
مِلَّةً سَمحَةً اور وما جعل علیکم فی الدین من حرج عیسوی دین
ہوگیا مجموعہ محالات کہ عیسائیوں میں ناممکن التعمیل احکام بہت ہیں جیسے
رہبانیت یا یہ کوئی داہنے گلے پر طمانچہ مارے تو تیرے قابل تو بایاں گلہ بھی سامنے
دے کردے اور ہاں کل کے لیے ذخیرہ مت کر یا اپنے جانی دشمن کے
لیے اپنے بکرے بیٹے کی طرح خلوص دل سے دعا کر۔ اس طرح کے
احکام کتاب میں لکھے ہوئے شاندار ہیں۔ عملاً ایسے احکام کے تحت
نہ دنیا چلتی ہے اور نہ چل سکتی ہے۔ ہاں اسلامی حکم جزاء سیئة مثلہا
فمن عفا و اصلح فاجرہ علی اللہ ایک واجبی اور معقول بات ہے لیکن

تکثیر ازدواج کا حکم تو وہی عیسائیوں کی بات ظاہر ہیں تو یہ اعتراض بڑا قوی معلوم ہوتا ہے لیکن تکثیر ازدواج شرعی کا ناممکن التعمیل ہونا تسلیم نہیں ہے ۔

اس سے کہ لوگ تعمیل نہیں کرتے کسی حکم کو ناممکن التعمیل نہیں کہہ سکتے لوگ نہیں تعمیل کرتے اس لیے کہ کیا مرد اور کیا عورت دونوں نے حد شرعی سے بڑھکر اپنے ادعائی حقوق قرار دے رکھے ہیں دوسرا فریق مزاحمت کرتا ہے تو اس لیے اسکو ظالم ٹھیراتے ہیں یہ ہے خانہ داریوں میں فساد کی جڑ اور اسیوجہہ سے حکم خدا ناحق بدنام ہے۔ اس بارے میں عورتوں کی طرف سے اکثر زیادتی ہوتی ہے کہ نہ اپنی حالت اپنی ضرورت پر نظر کریں اور نہ مردوں کی۔ سوکن کے نام کو اپنی چڑ بنا رکہا ہے۔ ہمارے متعارفین میں ایک شامت کے مارے نے پہلی بی بی کی حین حیاۃ میں دوسرا نکاح کر لیا پہلی اُن کی چوبیس پچیس برس کی رفیق تہی صورت شکل کی بہ وجہ اوسط اچھی خاصی صاحب اولاد بیٹوں کی جگہ بیٹے بیٹیوں کی جگہ بیٹیاں بڑی بی بی کے آگے ایک چہوڑ دو دو بچے سیانا بیٹا ماشاء اللہ جس کی چہہ مہینے سے نہیں ہوئے بسم اللہ ہوئی تہی۔ گود میں ڈیڑھ برس سے دو برس کی بیٹی۔ بہو پوتے دونوں۔ بزرگوں کے وقت جاگیر بحال۔ آمدنی بافراغت بافراط کبھی۔ میاں بی بی میں اَن بن سننے میں نہیں آئی مگر تہا کیا کہ بی بی کو مدت سے دھڑکن کا روگ تہا۔ کوئی کہتا تہا کہ آسیب کا سا خلل ہے۔ غرض بیچاری اکثر مریض رہتی تہی اور شاید یہی وجہ ہوئی کہ میاں نے دوسرا گھر آباد کیا پہلی کو خبر ہوئی تو پچھاڑ کہا کر زمین پر گریں کچھ دیر میں گلاب کے چھینٹوں سے ہوش آیا تو پیٹ پیٹ کر ہمسائے اور پاس کے کنبے کی عورتیں جمع

کرلیں۔ بہتیرا سمجھایا کہ خدا رسکے تمہارے سارے ارمان نکل چکے اب تم کیوں اپنی جان کھوتی ہو کر لی تو بلا سے۔ با وجودیکہ میاں نے عدل مستطاع میں کمی کرنے کا خیال تک بھی نہیں کیا مگر یہہ نیک بخت گھر میں اُن کے آنے کی روا داری نہوئی ایک ریختی گو شاعر نے یہ معاملہ نظم کیا ہے نظم کا ایک شعر کبھی کا سنا سنایا ہم کو بھی یاد ہے ؎

یہ شرکت تو بندی کو بھاتی نہیں کروں کیا کہ تھہر کی چھاتی نہیں

ہم تو اسکو بھی بے انصافی سمجھتے ہیں کہ سارا اُلاہنا عورتوں کے سر پر تھوپ دیں۔ مرد بھی اپنی جگہ کو نسے بھلے ہنس ہیں عدل مستطاع کے سیدھے بھی بڑا ضابطہ آدمی چاہیے۔ فی اکثر الاحوال تکثیر ازدواج کی اصلی محرک حسن پرستی ہوتی ہے اور حسن کا حال یہہ ہے کہ ایک ملک کے لوگ اعضائے خاص کی شکل و صورت اور رنگ اور وضع کی نسبت ایک خاص قرار داد کر لیتے ہیں کہ اس طرح کے اعضا کو حسین سمجھیں گے اول تو مذاق حسن سب جگہ یکساں نہیں۔ انگریز کنجی آنکھوں اور بھورے بالوں کے شیدا ہیں ہم موتی چور آنکھوں اور کالے بالوں کے چینیوں نے ناک کو چہرے کی ہمواری میں خلل انداز سمجھ کر بچوں کی ناک پر کمانیاں چڑھا چڑھا آخر ناک کو مٹا چھوڑا۔ حبش میں کوئی ہمارے ملک کا گیہوں رنگ کا آدمی جا نکلے تو اسکو مبروص سمجھکر اس کی چھانوں سے دور بھاگتے ہیں حبشیوں کے ہونٹوں کو تو سنا ہوگا۔ لب زیر بخش تا پرہ بینی رسیدہ لب زیر بخش تخداں فروہشتہ۔ اختلاف مذاق پر طرہ یہ کہ ہر شخص کو اپنے مذاق کے مطابق حسن سے یکساں طور پر ہیجان ہوتا ہے۔ حالانکہ اعضاء خارجی کے حسن کو کیسا ہی جو تغییر خواہش میں کچھ بھی دخل نہیں مثلاً ہمارے شاعر

ناک کی شان میں کہتے ہیں ع

آتش حسن سے ایک شعلہ سرکش ہے

لیکن ہمارے نزدیک اگر کسی کی ناک اچھی ہے تو وہ اسی ناک والے کی کام کی ہے وہ بھی اس صورت میں کہ اسکی قوت شامہ صحیح ہو، نتھنوں کی راہ سے سانس کی آمد و شد میں کاوٹ نہ ہو کسی غیر کو اس کی ناک سے کیا تعلق یہ ہے اولاد آدم کی سمجھ سے

بر خیالے نام و شان و ننگ لشان

بر خیالے صلح شان و جنگ شان

با ایں ہمہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ آدمی کی فطرۃ میں جہاں اور باتیں ہیں ایک بات یہ بھی ہے کہ اوائل عمر میں اسکی طبیعت جو رنگ پکڑ لیتی ہے وہ تا زیست زائل نہیں ہوتا یعنی ہر شخص اپنے مذاق کے مطابق حسن صورت کی طرف فطرۃً مائل ہوگا اور اس میلان میں اسپر کچھ الزام نہیں۔ غایت ما فی الباب یہ میلان مبیح ہے اصل قوت کا۔ پس میلان کا برا بھلا ہونا موقوف ہے اصل قوت حسن یا قبیح ہونے پر اور اصل قوت خدا دادیعنی فطری قوت ہے کہ عمر کی ایک حد خاص کو پہنچ کر خود بخود ظہور کرتی ہے اور تمام خدا داد اور فطری قوتیں حسن ہیں اس واسطے کہ کسی مصلحت سے خدا نے دی ہیں احسن کل شئ خلقہ لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم۔ ان خدا داد قوتوں کے بدون کسی انسان کو انسان کامل نہیں کہہ سکتے ہیں۔ ہاں بعض قوتیں ایسی ہیں کہ ان کو احتیاط سے عمل میں لایا جائے تو امن و عافیت میں خلل انداز ہوں جو عموماً کل مذاہب کی غرض و غایت ہونی چاہیئے اور خصوصاً اسلام کی ہے سو اسلامی شریعت نے احکام و ہدایت سے واضح طور پر احتیاط کا رستہ دکھا دیا کہ وہ مصلحت

بھی فوت نہ ہو جس کے لیے وہ قوت دی گئی ہے اور امن و عافیت بھی
بھی کسی طرح کا خلل واقع نہ ہو اب یہی قوت ہے جس کی نسبت دیر سے بحث
ہو رہی ہے کہ اسلامی شریعت نے عدل استطاع کی قید لگا کر مردوں کو
چار تک اجازت دینے سے ایک طرف اُن اغراض کی حفاظت کی جو
تکثیر کے بدون حاصل نہیں ہو سکتیں اور دوسری طرف عورتوں کے حقوق
کی کمزوری پر بھی ظلم نہ ہو جس کی وہ برداشت نہ کر سکیں عیسائیوں میں ناشوئی
کا تعلق مرنے پر بھی نہیں چھوٹتا اور ان کے ہاں مرد و عورت میں اس طرح
کا تعلق ہو جانے کے بعد وہ تعلق منقطع نہیں ہو سکتا لیکن اس طرح کی صورتیں
واقع ہوتی رہتی ہیں کہ کبھی جو سے میاں بی بی میں سازگاری نہیں رہ سکتی یا باقی رہ نہیں
سکتی تو اس مذہبی نقص کے رفع کرنے کو ان لوگوں نے ایک عدالتی علیحدگی
ایجاد کی جس سے اسلامی طلاق اور خلع کا کام لیا جاتا ہے یہ اور عیسائیت
کے ایسے کتنے اور نقص ہیں جن کو اسلامی شریعت نے پورا کیا مگر نا
شادی کا کچھ علاج نہیں غرض تو عدل استطاع میں بھی عورتوں کے حقوق
کی رعایت ہے اور وہ طلاق سے آسان قرینے مسلمان بیبیوں کو چاہیے
کہ اس کو غنیمت سمجھیں اور اسلام کی احسان مند ہوں۔ عدل استطاع کی
شرط عورت اور مرد دونوں کے حق میں یکساں مفید ہے کہ عورت مطلقہ ہونے
کی مصیبت سے بچی ہے تو مرد مواخذہ بے انصافی سے ولعذاب الآخرة[1]
اکبر۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے تو مرد کا ایسا ورشادہ بھی استنباط
کیا تھا کہ تکثیر ازدواج مستلزم تکثیر عیال ہے۔ عدل استطاع کی قید لگانے
سے تکثیر ازدواج میں کمی ہو گی تو عیال کی تکثیر میں بھی ضرور کمی ہوگی اور جہالت

[1] اور آخرت کا عذاب تو دنیا کے عذاب سے کہیں بڑھ کر ہے ۱۲

عیال مستلزم قلت نفقات ہے یعنے چار تک تکثیر ازواج میں تکثیر عیال کا چنداں خوف نہیں اور مسلمان محدود تکثیر ازدواج کے ساتھ بھی فارغ البال اور خوش حال رہ سکتے ہیں لیکن ہماری رائے ہیں شخصی حالات کو عیال کی تکثیر اور تقلیل میں بڑا دخل ہے ممکن ہے کہ بعض خاندانوں میں چار بیبیوں سے بھی کم ہیں عیال کثیر ہو جائے اور بہت میں نہ ہو بلکہ ہمارے ملک کے امرا میں تو اکثر معاملہ بالعکس دیکھا جاتا ہے کہ بیبیاں بہت اور اولاد کم یا بالکل نہیں امام صاحب نے الاتعولوا کے معنے قلت عیال کے سمجھے حالانکہ لغت عربی کی روسے یہ معنے الاتعیلوا کے ہوتے ہیں نہ الاتعولوا کے۔ اور قرآن میں الاتعولوا ہے نہ الاتعیلوا۔ بس تو وہی بات سچی کہ شارع اسلام نے تکثیر ازواج کی حد غایت چار ٹھیرا دی ہے وہ بھی بشرط عدل اور عدل نہ ہو سکے تو نہ چار نہ تین نہ دو بس ایک اس کو اباحت کی اجازت نہیں بلکہ ایک اعتبار سے تکثیر کی ممانعت ہی سمجھو کیونکہ عدل کی شرط کو پورا کرنا گو وہ عدل استطاعت ہی کیوں ہو عقلاً نہیں تو عادۃً محال نہیں تو محال کے قریب ضرور ہے۔

چار ٹکڑے کروں دل کے یہ نہیں ہو سکتا
رُخ کو دوں لب کو نہ دوں زلف کو دوں تل کو نہ دوں

اب ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ تمام اقوام متمدنہ روئے زمین میں اہل عرب کا تمدن سب سے بڑھ کر بگڑا ہوا تھا ان ہی کی اصلاح کے لیئے پیغمبر صاحب عرب میں مبعوث ہوئے ان ہی کی اصلاح کے لیئے قرآن عربی زبان میں نازل ہوا بعد کو فرمان واجب الاذعان انا ارسلنک کافۃ للناس کے ذریعے

لہ اے پیغمبر ہم نے تم کو دنیا جہان کے لوگوں کے لیے بنا کر بھیجا ہے ۱۲

سے رسالت عالمگیر ہوائی تھی اس لیے کہ احکام قرآنی فطرت انسانی پر مبنی تھے اور فطرت انسانی تمام بنی آدم میں ہے عام تمدن کے ضمن میں اہل عرب کی خانہ داری خصوصاً بدتر سے بدتر حالت میں تھی ان کے ہاں بیبیوں کی کوئی حد نہ تھی۔ اگر انکی خانہ داریوں کی ساری خرابیاں لکھی جائیں تو بجائے خود ایک مستقل اچھی خاص کتاب لکھنی پڑے قرآن اور احادیث سے جا بجا بہت سی خرابیاں کا پتہ لگتا ہے۔ ہم اس مقام پر اتنی ہی بات جتاتی ہے کہ باوجودیکہ عرب میں عورت مرد کے مقابلے میں بہت ہی دبی ہوئی ہیں خدا نے ان کی فطرت ہی سی بنائی ہے تاہم اگرچہ وقت واحد میں وہ کئی مرد نہیں کر سکتی تھی پھر بھی وہ یکے بعد دیگرے جتنے شوہر چاہتی کرتی اور اس کی آبرو میں سرمو فرق نہ آتا۔

ہم ہندوستان کے مسلمانوں کی طرح نہیں کہ اپنے مذہب کو بالائے طاق رکھکر اوروں کی بہت سی رسمیں اختیار کر بیٹھے اے کاش ستی کی رسم بھی اختیار کر لیتے تو بیوہ عورت چتا پر بیٹھ کر چند منٹ میں جل بھن کر راکھ ہو جاتی تو روز روز کا ہی رونا دھونا نہ رہتا اور یہ رسم اب بھی ہوتی ہے مگر چونکہ اسلام تو ایسی ظالمانہ رسم کو کیوں جائز رکھنے لگا تھا۔ رسوم کی رو سے وہ دوسرا نکاح کر نہیں سکتی گیلی لکڑی کی طرح سلگ سلگ کر۔ بس عرب کی عورتوں کے حق میں ایک چھوڑ دوسری سہولتیں تھیں ایک ملکی لباس کے مطابق یکے بعد دیگرے متعدد شوہروں سے نکاح کرنے کی دوسری اسلامی شریعت کے عدل کی۔ لیکن ہمارے ہندوستان میں پہلی سہولیت کا نام نہیں۔ عورت دوسرا نکاح کرے تو عزت آبرو سے ہاتھ دھو بیٹھے عورت تو عورت مرد کسی بیوہ عورت سے نکاح کر لے تو اسکی اولاد کی نسبت

ناطے کی شکل پڑ جاسے۔ یہ ہی ہے ہمارا ایمان اور اسلام کہ پیغمبر صاحب کی بیبیوں اور ان کی بیٹیوں سے ہم شرافت میں بڑھ کر ہیں۔ مولویوں سے سمجھا بجھا کر اور مسلمانوں کا جم غفیر موتہ سے نہ کہے تو دل میں کہتا ہے بہکا کر دو چار رانڈوں سے نکاح کرا دیے ہیں تو اس سے داغ کفر و انکار قوم کے ناصیۂ حال سے نہیں مٹ سکتا۔ ہم نے تو جہاں تک ہماری عقل نے یاری دی۔ تکثیر ازدواج کے بارے میں اسلامی شریعت کے حکم کو منصفانہ اور مطابق فطرت ثابت کرنے کی کوشش کی اس پہ بھی اگر مسلمان قائل نہ ہوں تو اپنا سر کھائیں اور معلوم ہے کہ قائل نہ ہوں گے مرد تو عدل کی قید سے گھبراتے ہیں۔ اَلْاِنْسَانُ حَرِیْصٌ عَلٰی مَا مُنِعَ عورتیں عدل مستطاع پر قانع نہیں۔ ان وقتوں کے ایمان جیسے ضعیف ہیں ہمکو معلوم ہے اور ہم تو اس مسئلے پر ہرگز قلم نہ اٹھاتے مگر مخالفین اسلام چور کوتوال کو ڈانڈے اسی تکثیر کی وجہ سے آسمان کو تھوکتے اور جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے تقدس پر مونہہ آتے ہیں ہم حق بات سے سکوت نہ کر سکے وباللہ التوفیق +

تکثیر ازدواج کا تخمہ اکثر امرا کو ہوتا ہے تو امرا سے عقل کی سند پکڑ کر عام مسلمانوں کو تکثیر کا مجرم ٹھیرانا نری ہیکڑی اور ہٹ دھرمی ہے امراء اور کون سے افعال میں حلال و حرام اور جائز و ناجائز کا تفرقہ کرتے ہیں کہ تکثیر ازدواج میں کریں گے دین تو رہا اپنی جگہ یہ دنیا کے نفع نقصان میں کیا تمیز کرتے ہیں۔ بزرگوں کی کمائی بے دریغ اڑائے چلے جا رہے ہیں اور انجام کار کا کبھی خیال نہیں کرتے تو ان کی تکثیر کے تو ہم جوابدہ نہیں ہاں جس تکثیر کی شرع میں اجازت ہے اسکی حمایت کو ہم موجود ہیں۔

پیغمبر صاحب کی تکبیر کو عام مسلمانوں کی شرعی تکبیر پر قیاس کرنا ایسا ہی قیاس مع الفارق ہے جیسا پیغمبر صاحب کو مسلمانوں میں جو وجہ فارق ہے اسکو خود پیغمبر صاحب نے قرآن[1] کے ان الفاظ میں صاف بتا دیا ہے ❖

إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ یہاں تو يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ ہے اور دوسری جگہ اُوحِيَ إِلَيَّ هَٰذَا الْقُرْآنُ لِأُنذِرَكُم بِهِ وَمَن بَلَغَ[2] بہرکیف پیغمبر صاحب ہماری طرح کے بشر تھے اور انمیں تمام بشری خواص تھے مگر بشریت ایک کثیف چیز ہے اور فرشتے ایسے ارواح مجردہ اور لطیف ہیں اسلیے پیغمبر کی بشریت میں ایک خاص طرح کی لطافت یعنے روحانیت ہوتی ہے جو کسی اور بشر میں نہیں ہوتی اور اسی روحانیت کی وجہ سے فرشتہ پیغمبر پر وحی لاتا ہے یعنی پیغمبر برزخ ہوتا ہے درمیان بشر اور ملائکہ کے ع

ادھر مخلوق میں شامل ادھر اللہ سے واصل
خواص اس برزخ کبریٰ میں ہے حرف مشدد کا

پس ہم پیغمبر صاحب کے کسی فعل کو نہ اپنے افعال پر قیاس کر سکتے ہیں اور نہ اپنی تحریکات میں سے قطعی طور پر کسی تحریک کو ان کی طرف منسوب کر سکتے ہیں

غرض ہم کو پیغمبر صاحب کی حقیقت تو پوری پوری معلوم نہیں تاہم ع

فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

ہم خالص بشری خواص ہی کے اعتبار سے پیغمبر صاحب کے تعلقات

---

[1] میں بھی تم ہی جیسا آدمی ہوں مگر مجھ پر وحی آتی ہے ۱۲ [2] یہ قرآن میری طرف اسی لیے وحی کیا گیا ہے کہ اس کے ذریعے سے تم کو اور جسے اسکی خبر پہنچے اسکو عذاب خدا سے ڈراؤں ۱۲

پر نظر ڈالتے ہیں یہاں قاعدہ مشہور ہے مراد لینی ہوگی قوۃ دیکھنا چاہیے ہیں کہ دواعی تکثیر ازدواج کیا ہو سکتے ہیں۔ مشہور تو یہ ہے کہ عشق

مال و جمال و کمال مجموعہ از زناں

لیکن یہ تقسیم درست ہے نہ اس کی ترتیب دواعی تکثیر ازدواج میں سب سے پہلے ہماری نظر اغلبہ قوت پر پڑتی ہے کہ یہ قوۃ ہی مرد اور عورت دونوں کو ایک دوسرے کی طرف مائل کرتی ہے خلاق عالم نے اس قوت میں ایک طرح کی لذت رکھی ہے اور وہ لذت مقصود بالذات نہیں۔ بلکہ مقصود بالذات ہے تکثیر نسل جو نتیجہ ہے اس قوت سے کام لینے کا مگر کوتاہ بین آدمی نے تکثیر نسل سے قطع نظر کر کے لذت کو مقصود بالذات بنا لیا۔ یہ بھوک پیاس کی طرح اضطراری نہیں مگر لوگ اس کے پیچھے سلطنتیں تک کھو بیٹھے ہیں با ایں ہمہ چونکہ فطری اور خداداد ہے ہم اس قوت کو برا بھی نہیں کہہ سکتے ہیں قوت فی نفسہا بری نہیں۔ بے جا استعمال نے اسکو بدنام کر رکھا ہے۔ ورنہ خداداد قوتیں سب اچھی ہی ہیں علی القیاس غصہ علی ہذا القیاس حب مال بلکہ فطری قوتوں میں ایک بات اور بھی دیکھی جاتی ہے کہ ان قوتوں کی زیادتی کمال انسانیت کی دلیل سمجھی جاتی ہے۔ حافظہ۔ ذہانت باصرہ۔ سامعہ۔ توانائی کل جسمانی قوتوں کا یہی حال ہے اور اب یہ بات عام طور پر مان لی گئی ہے کہ روح کی توانائی جسم کی توانائی پر موقوف ہے جسم ضعیف روح قوی کا حامل ہو نہیں سکتا اور سرکاری مدارس میں اسی مصلحت سے لان ٹینس اور فٹ بال اور دوسرے کھیلوں کی ریاضتیں لازمی قرار دی گئی ہیں تاکہ طلبہ چاق چوبند چونچال رہیں اس اصول کے مطابق اس قوۃ کا بھی جو زیر بحث ہے یہی حال ہونا چاہیے کہ کثرت استعمال سے بڑھ جا

زیادتی تو یہی درکنار سے قوت ہی کو کمالات انسانی کی فہرست سے
خارج کر دیا ہے شاید حیادار شخص یہ چاہتے ہیں کہ لوگ عنین پیدا ہوں تو وہ
معتوہ العقل بھی ہوں گے اور ایسا ہی دیکھا بھی گیا ہے پس جب یہ قوت فطری
ہونے کی وجہ سے قبیح نہ ٹھیری بلکہ جو اس قوت سے محروم ہو وہ انسان
ناقص سمجھا جائے تو اس کے موئدات او رمُصدات کیوں قبیح ہونے لگے
یعنی مثلاً محل استعمال قوت کا حسن صورت کہ وہ بیش برین نیست کہ مذاق
قوی کے مطابق قوت کو ہیجان لانے والا ہے۔ شباب کو بھی ہم حسن صورت
کی ایک ادا سمجھتے ہیں سہ

شاہد آں نیست کہ موئے و میانے دارد
بندۂ طلعتِ آنیم کہ آنے دارد

کچھ حسن صورت پر موقوف نہیں کہ اسیکی وجہ سے مرد عورتوں کی طرف
رغبت کرتے ہوں اور بھی چند در چند باتیں ہیں جو مردوں کو مرغوب ہیں کوئی
ہنرمند کو پسند کرتا ہے کوئی دیندار کو۔ کوئی خدمت گذار اور اطاعت شعار
کو کوئی اچھے خاندان کو۔ کوئی مال دار کو جو بہت سارا جہیز لاسکے اور ساس
سسر اس قدر خوش حال ہوں کہ بیٹی کو معقول آمدنی جہیز میں دیدیں تو اندھا کیا
چاہے دو آنکھیں۔ کوئی لکھی پڑھی کو۔ آجکل کے انگریزی خواں ایسی بے تکلف
کو جو تہذیب النسواں میں شوہر کے لیئے اشتہار دے انتخاب شوہر سے
پہلے جو ملنے اس کو اپنا فوٹو بھیجدے اس کے اندرونی حالات پوچھے
جائیں تو اپنا کچا چٹھا کھولکر آگے رکھدے یعنی اُڑکر مردوں کو لپٹتی پھرے
کوئی اولاد کے لیئے بی بی کرتا ہے اور اسی نے عورت کی غرض غایت کو
ٹھیک سمجھا ہے۔ غرض شخصی ضرورتیں شخصی مذاق بہتیرے ہیں جنکی وجہ سے

مرد عورتوں پر گرتے ہیں اب ہم کو دیکھنا چاہیئے کہ بیبیوں سے پیغمبر صاحب کی کونسی غرض متعلق ہو سکتی تھی۔ چونکہ وہ بشر تھے اور بشر ہی کامل القوی اور خود پکار کے کہتے تھے۔ انا بشر مثلکم[۱] اور لا اقول لکم عندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب و لا اقول لکم انی ملک[۲] تو ذکور کو اناث کی طرف مائل ہونے میں تمام جائز وجوہ جو اوروں کی طرف منسوب ہو سکتی ہیں پیغمبر صاحب کی طرف بھی منسوب کی جا سکتی ہیں سبب اس کے کہ اُن کی شان پیغمبری میں فرا بھی ضعف آئے یہ کچھ انو کھے پیغمبر تو نہ تھے ما کنت بدعا من الرسل[۳] ان سے پہلے بھی پیغمبر آئے منہم من قصصنا علیک[۴] منہم من لم نقصص علیک[۵] اور وہ سب صنف بشر ہی سے تھے اور سنۃ ضروریہ کے بدون ترکیب عنصری کو باقی نہیں رکھ سکتے تھے یا کلون الطعام ویمشون فی الاسواق[۶] تو اس ایک قوت لتسکنوا الیہا وجعل بینکم مودۃ ورحمۃ[۷] نے کیا قصور کیا ہے کہ اس کا عمل میں لانا مستلزم کسر شان پیغمبری ہو۔ وواعی نکاح جو ہمیشے اور پر گنوا ئے ہیں

۱؎ کہ میں بھی تم ہی جیسا بشر ہوں ۱۲

۲؎ میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس خدا کی سرکار کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ میں تم سے کہتا ہوں ۱۲

۳؎ میں پیغمبروں میں کوئی انوکھا پیغمبر تو ہوں نہیں ۱۲

۴؎ ان پیغمبروں میں سے (بعض) ایسے ہیں جن کے حالات ہم نے تم کو سنائے

۵؎ اور ان میں (بعض) ایسے ہیں جن کے حالات ہم نے تمکو نہیں سنائے ۱۲

۶؎ وہ (پیغمبر) کھانا بھی کھاتے تھے اور بازاروں میں (بھی) چلتے پھرتے تھے ۱۲

۷؎ تاکہ تم کو ان کی طرف رغبت کرنے سے آرام ملے اور تم (میاں بی بی) میں پیار اور اخلاص پیدا کیا ہے ۱۲

اس سے علاوہ پیغمبر صاحب میں اشاعت اسلام کا ایک داعیہ خاص بھی تھا تمام دواعی پر غالب وہ دین توحید لیکر آئے تمام ادیان مروجہ کے مخالفت اور لیکر آئے ایسے لوگوں میں جن کو ہلبلناہٹ چھو نہیں گئی تھی وہ چھوٹتے کے ساتھ گالی گلوج اور مارکشائی پر اوتر پڑتے صبر و تحمل کی بھی ایک حد ہوتی ہے نگر کرتے کیا ایک طرف خدا کہتا ہے یاایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک و ان لم تفعل فما بلغت رسالتہ اور اسی پر بس نہیں دوسری جگہ فرماتا ہے ولو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منہ بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین فما منکم من احد عنہ حاجزین دوسری طرف جو سے خون کا پیاسا ہی اور اگر واللہ یعصمک من الناس اور واصبر وما صبرک الا باللہ ولا تحزن علیھم ولا تک فی ضیق مما یمکرون کی تقویت اور حفاظت نہوتی تو رسالت کی بیل ایک گھڑی بھی منڈ ہے چڑھنے والی نہ تھی مگر صداقت کے بھروسے پر

سلہ اسے پیغمبر جو احکام تیر تمھارے پروردگار کی طرف سے نازل ہوئے ہیں (بلاکم وکاست لوگوں کو) سمجھا دو اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو (سمجھا جائیگا کہ تم نے خدا کا پیغام بھی لوگوں کو) نہ پہونچایا ۱۲

سلہ اور اگر (پیغمبر زبردستی) کوئی بات ہمارے سر چپکیاتا تو ہم اس کا دہنا ہاتھ پکڑ کر اسکی گردن اڑا دی ہوتی اور تم میں کوئی بھی ہم کو اس سے روک نہ سکتا۔

سلہ اور اللہ تم کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا۔ اور اسے پیغمبر تم مخالفوں کی ایذاؤں پر صبر کرو اور خدا کی توفیق کے بدون تم صبر کر ہی نہیں سکتے اور ان مخالفوں کے حال پر افسوس کرو اور یہ لوگ جو تمہاری مخالفت میں تدبیریں کیا کرتے ہیں اس سے تنگدل نہ ہو ۱۲۔

پیغمبر صاحب تیرہ برس تمام آفتیں بھگتتے رہے یہانتک کہ مجبور ہوکے مکہ سے بھاگ چلے اور مدینے میں جاکر پناہ لی اہی کیسے دل ہیں کہ یہ سب کچھ بس سمجھ کر ہی اسلام پر نہیں پسیجتے۔ لوگ بیبیاں کرنے میں جو اعتراض مدِ نظر رکھتے ہوں۔ ہمارا دل تو گواہی دیتا ہے اور ہمارا دل کیا گواہی دیتا ہے ہر ایک منصف دل گواہی دے گا کہ پیغمبر صاحب نے جو بی بی کی اسلام کا مفاد مدِ نظر رکھکر کی کیسی نفسانی خواہش اور کیسا حسن و جمال اور کیسی دولت ان کو اسلام کے آگے سب ہیچ تھا۔ ہم اسکی ضرورت تو سمجھتے نہیں کہ مناکحت کو خلاف شان پیغمبری سمجھکر پیغمبر صاحب میں فقدان قوت کے قائل ہوں۔ ایسا سمجھنا ان کے کمال انسانیت کو بٹہ لگاتا ہے۔ پس سچی اور سیدھی بات یہ ہے کہ پیغمبر صاحب کی مناکحت میں اس قوت کو بھی دخل ضرور تھا مگر اسلام کی دھن کے آگے پیغمبر صاحب کی تمام بشری خواہشیں بشری اغراض مغلوب تھیں۔ ہر نکاح میں اول اور اقدم اسلام اور اسلام کی دھن میں دوسری اغراض اور یہی وجہ تکثیر ازواج کی بھی ہوئی کہ دامادی کے دباؤ سے سارے سسرالی قبیلے کو جھکنا پڑتا ہے اور اسی کی اسلام کی اشاعت کے لیئے بڑی ضرورت تھی۔ یہاں تک کہ جب اسلام کو خدا نے غلبہ دیا اور اعوان و انصار کے بہم پہنچانے کی ضرورت نہ رہی لا یحل لک النساء من بعد سے تکثیر کو روک دیا۔ غرض ہم تو پیغمبر صاحب کے نکاحوں میں کسیطرح کی اخلاقی برائی پاتے نہیں۔ یہ بات کہ اشاعت اسلام کے آگے پیغمبر صاحب کی تمام بشری خواہشیں مغلوب تھیں اس کی ہمارے پاس بہت سی دلائل ہیں۔ از انجملہ یہ کہ پیغمبری سے پہلے سے پیغمبر صاحب بالطبع

ملہ لا یحل لک النساء من بعد ... اے پیغمبر اس وقت کے بعد سے دوسری عورتیں تمکو درست نہیں ۱۲

بت پرستی سے نفور تھے اور اپنی قوم اپنے اہل وطن بلکہ تمام لوگوں کو مبتلائے گمراہی دیکھکر بہت ہی بے چین رہتے تھے ان کو اس فکر میں کھانا پینا سونا ملنا جلنا کوئی چیز بھلی نہیں معلوم ہوتی تھی بس یہ اُن کے اخلاق کا اصل الاصول ہے غلبۂ اسلام کے ساتھ اس فکر کی شان تو بدلی مگر مرتے دم تک رہے اسی فکر میں تھک کے

غم رہا جب تک کہ دم میں دم رہا
غم کے جانے کا بہت ماتم رہا

ہم اس درد کا ٹھیک اندازہ نہیں کر سکتے جو ان کو ابنائے جنس کا تھا پیغمبری کے قریب قریب وہ بالکل عزلت پسند ہو گئے تھے اکیلے غار حرا میں بیٹھے خدا کا دھیان کرتے بلکہ ایک مرتبہ مایوسی کی حالت میں پہاڑ پر سے گر کر اپنی جان تک گنوا دینے کا ارادہ کیا تھا۔ اسی حالت پر قیاس کر لو کہ جس شخص کے ایسے خیالات ہوں اسکو نفسانی خواہشیں کہاں تک گدگدا سکتی ہیں عرب جیسے گرم ملک کے رہنے والے جہاں مرد اور عورت دونوں سویرے بالغ ہو جاتے ہیں اول درجے کے شریف النسب جوان خوش رو نیک نام بصفت عصمت موصوف یہ تو اگر جوڑوں طلب کرتے کئے تو بڑے بڑے رئیس بخوشی اپنی بیٹیاں ان سے بیاہ دیتے مگر ان کو مذہبی استغراق میں ایسی باتوں کا خیال ہی نہ تھا۔ پیغمبر صاحب تو یتیم پیدا ہوئے تھے شروع دادا عبدالمطلب کے کنارِ عاطفت میں پرورش پائی اون کے انتقال کے بعد چچا ابو طالب کفالت کرتے رہے۔ قریش خانہ کعبہ کی تولیت کی وجہ سے تمام قبائل عرب کے پیشوا سمجھے جاتے تھے اور قبیلۂ قریش کے رئیس کا یہ اعزاز [illegible] پیغمبر صاحب کے آبا و اجداد [illegible]

باوجود سخت مذہبی مخالفت اور پرخاش کے پہلے عبدالمطلب و عبدالمطلب
کے بعد ابوطالب کی حمایت کی وجہ سے پیغمبر صاحب دشمنوں کی دست درازی
سے بہت کچھ محفوظ تھے۔ مگر وہ لوگ اس ٹوہ میں تھے کہ کسی ڈھب سے
دادا اور چچا ان سے دست بردار ہو جائیں تو پھر چٹکی بجاتے میں اس
آئے دن کے جھگڑے کا تیا پانچا کر دیں یہ دل میں ٹھان اور جمع ہو کر
ابوطالب پاس گئے اور ان سے جا کر کہا کہ آپ کو تو کچھ خبر نہیں ہوتی آپکے
بھتیجے نے ہم سب کا ناک میں دم کر رکھا ہے اس کو ایک نئے دین کا خبط
اچھلا ہے۔ سر بازار اور گلی کوچوں میں ہمارے مذہب کی توہین بزرگوں
کی تحمیق کرتا پھرتا ہے ہم آپ کے لحاظ سے لہو کے سے گھونٹ پیکر رہ
جاتے ہیں آپ اسکو ہمارے سامنے بلا کر پوچھئے تو سہی کہ آخر یہ چاہتا
کیا ہے اگر ریاست کی ہوس ہے تو ہم سب اس بھرے مجمع میں اسکو
اپنا بادشاہ کر لیتے ہیں اگر دولت درکار ہے تو جتنا کہے چندہ جمع کر دیں کہ یہ
امیر الامرا ہو جائے اگر خوبصورت عورت چاہیئے تو قریشی عورتیں حسن میں
شہرۂ آفاق ہیں جس کو پسند کرے اس کو اس سے بیاہ دیں اور اگر اس کا
دل الٹ گیا ہے تو طبیب سیانے سے اس کا علاج کرائیں اور
اگر کسی صورت سے راضی نہ ہو تو آپ اپنے دین آبائی کی خاطر اس پر سے
اپنا ہاتھ اٹھائیں۔ پھر ہم اس سے سمجھ لیں گے یا یہی نہ ہوگا یا ہم
نہ ہوں گے۔

ابوطالب نے پیغمبر صاحب کو سب کے روبرو بلا کر کہا کہ بھتیجے یہ سب
بھلے بھلے آدمی تم سے ایک معقول درخواست کرتے ہیں تم بھی سمجھ کر انکو
جواب دو۔ پیغمبر صاحب نے چچا کے اس کہنے سے ایسا خیال کیا کہ شاید چچا

مجھکو جواب دیتے ہیں یہ سمجھکر ان کو اپنی بیکسی پر بار رونا آیا۔ مگر کہا تو یہ کہا کہ یہ لوگ مجھکو کیا لالچ دکھاتے ہیں اگر چاند سورج کو بھی میری گود میں لا بٹھائیں ہیں اپنے ارادے سے باز آنے والا نہیں۔ یہ حکایت ہم نے اس غرض سے بیان کی کہ اگر پیغمبر صاحب کو بی بی کی خواہش ہوتی تو اس سے بہتر اور کون سا موقع ہو سکتا تھا مگر ان کو اس سے بحث ہی نہ تھی انکا نکاح پہلا خدیجۃ الکبریٰ سے ہوا۔ ان کی خواستگاری سے نہیں بلکہ خدیجۃ الکبریٰ نے خود پیام دیا۔ نکاح کے وقت پیغمبر صاحب کی عمر ۲۵ برس کی تھی اور خدیجۃ الکبریٰ کی ۴۰ برس کی علاوہ بریں خدیجۃ الکبریٰ پیغمبر صاحب کی پہلی بی بی تھیں اور پیغمبر صاحب خدیجہ کے تیسرے شوہر۔ ان کے پہلے شوہر ابو ہالہ اور دوسرے عتیق ان کو بیوہ چھوڑ کر مر گئے تھے اس حکایت سے کام کی کئی باتیں مستنبط ہوتی ہیں سب سے پہلے یہ کہ نفسانی خواہش پیغمبر صاحب کو خدیجہ سے نکاح کرنے کی محرک نہیں ہوئی ورنہ وہ اپنے سے پندرہ برس بڑی بیوہ صاحب اولاد کو نہ کرتے بلکہ خدیجہ میں چند در چند خصوصیتیں تھیں۔ سب سے زیادہ نمایاں خصوصیت ان کے مذہبی خیالات تھے۔ ان کے تفصیلی حالات پیغمبر صاحب کی دوسری بیبیوں کی طرح ان ہی کے بیان خاص میں لکھیں گے جب عنفوان شباب میں پیغمبر صاحب نے نفسانی خواہش کی پروا نہ کی۔ تو بعد کے نکاحوں میں جبکہ یوماً فیوماً عمر رو بانحطاط تھی اور اسلامی ترددات روز افزوں تھے کیونکر کر سکتے تھے پیغمبر صاحب کے مزاج میں حیا کی افراط بھی بدرجہ غایت تھی الحیاء من الایمان[1] اور اس کی وجہ سے وہ تکثیر ناروا پر قادر ہی نہ تھے ایک دفعہ کا مذکور ہے کہ کعبہ

---

[1] حیا ایمان کی ایک شاخ ہے ۱۲

آتش اتفاقی سے جل کر مسمار ہوگیا تھا قریش نے جمع ہوکر از سر نو اسکو بنانا
شروع کیا تو ہر شخص کار ثواب سمجھکر اس کی تعمیر میں جو جس سے بن پڑا تھا
خدمت کرتا تھا یہانتک کہ مال مسالا کندہوں پر ڈہو ڈہو کر پہونچا رہے تھے ان
میں پیغمبر صاحب کے چچا عباس بہی تھے اتنے میں پیغمبر صاحب بہی
آنکلے اور لگے کندہے پر پتھر ڈہونے اس وقت پیغمبر صاحب کی عمر
۱۳ برس کی رہی ہوگی اور عرب میں اتنی عمر کے لڑکے ستر عورت بہت کم
کیا کرتے تھے عباس نے جوان کو کندہے پر پتھر لاتے دیکھا انکا تہمد
کھول گنڈلی بنا کر کندہے پر رکہہ دیا کہ اسپر پتھر رکہو نہیں کندہا چھل جائیگا
تہمد کا کہولنا تہا کہ بہہ مارے حیا کے غش کہا کر گر پڑے تہمد بدستور
باندہ دیا تب ان کو ہوش آیا پہر آخر عمر تک یہی حال رہا کہ عورتیں بیعت
کرنے آتیں توان کو دور ہی سے کہہ دیتے کہ جاؤ تمہاری بیعت ہوگئی
غرض کسی اجنبی عورت کا ہاتہہ تک نہیں چہوا۔ ہم نے اب تک پیغمبر صاحب
کی تکثیر ازدواج کی بابت جو کچہہ لکہا پیغمبر صاحب کی طرف سے لکہا کہ ان کی
مناکحت میں غرض اولین پاسداری اسلام ہوتی تہی اور علی سبیل التنزیل
غرض ثانوی کے طور پر اس میں شائبہ خواہش نفسانی کا بہی ہو تو چونکہ
خواہش نفسانی فطری اور خداداد اور بقائے نوع انسان کا سبب
ظاہر ہے اور اسی وجہہ سے کوئی فردبشر اس سے بری نہیں تو پیغمبر
صاحب میں اس خواہش کے ہونے سے ان کی شان پیغمبری میں کسی
طرح ضعف اور فتور نہیں آتا بلکہ اس خواہش کا فقدان نقصان بشریت
ہے اور پیغمبری کی شان اس سے ارفع و اعلیٰ ہے یہ سب کچہہ سہی مگر نکاح
سے تو زن و شوہر دو شخصوں کے حقوق متعلق ہوتے ہیں تو ہم کو امہات المومنین

کے لحاظ سے بھی پیغمبر صاحب کے نکاحوں پر نظر کرنی چاہیئے۔
عرب کے رسم و رواج نے تو عورتوں کے تمام حقوق پامال ہی کر دیے تھے کہ عورت مرد سے کسی حق کا مطالبہ بھی نہیں کر سکتی تھی مگر اسلام نے لہن مثل الذی علیہن بالمعروف سے اور تکثیر ازواج کی صورت میں عدل کی شرط سے عورتوں کو حقدار ٹھہرایا۔ دیکھنا یہ ہے کہ پیغمبر صاحب اپنی ازدواج میں کہاں تک شرط عدل کا ایفا کرتے تھے۔
سیر کی تمام کتابیں بالاجماع گواہی دیتی ہیں کہ پیغمبر صاحب نے امہات المومنین میں بالمساوات دن تقسیم کر رکھے تھے جس دن جس کی باری ہوتی اس کے یہاں شب باش ہوتے، سفر میں کسی کو ساتھ لیجانا ہوتا تو قرعہ ڈالتے غرض سفر میں حضر میں کسی حالت میں مساوات کے قاعدے کا نقض نہیں کیا۔ جس دن مرض الموت میں علیل ہوئے زینب بی بی کی باری تھی اس خیال سے کہ ام المومنین عائشہ کے گھر میں تیمارداری اچھی ہوگی اور ان کے والد ابوبکرؓ جو پیغمبر صاحب کے مشیر خاص تھے بیٹی کے گھر پر آمد و شد کر سکیں گے سب بیبیوں کی اجازت سے عائشہؓ کے گھر بیماری کے دن کاٹنے چلے گئے اور دوسری بات یہ ہے کہ امہات المومنین کو عام بیبیوں پر قیاس کرنا ہی ٹھیک نہیں یانساء النبی لستن کاحد من النساء بے شک پیغمبر صاحب کی بیبیاں پیغمبر تو نہ تھیں اور کبھی کوئی عورت نبی نہیں ہوئی مگر مردوں میں جو شرف پیغمبر صاحب کو حاصل تھا۔ عورتوں میں شرف ہمبستری پیغمبر کو بھی اسی کے لگ بھگ سمجھو ؎ الطیبت للطیبین والطیبون

؎ پیغمبر کی بیبیو! تم عام عورتوں کی طرح تو ہو نہیں ۱۲
؎ پاک عورتیں پاک مردوں کے لیئے ہوتی ہیں اور پاک مرد پاک عورتوں کے لیئے ۱۲

للطیبت دنیا کی نظروں میں وازواجہ امہتہم کیا کچھ تھوڑا شرف ہے۔
جس طرح پیغمبر صاحب اسلام کے آگے کسی دنیاوی خواہش کی چنداں پرواہ
نہیں کرتے تھے یہی حال کل امہات المومنین کا تھا کہ پیغمبر صاحب کی ہم نشینی
کے آگے ان کی سب خواہشیں مغلوب تھیں عورتوں کو نان ونفقہ کی بڑی
طمع ہوتی ہے تو امہات المومنین سب کی سب خوش دلی کے ساتھ فقروفاقہ
میں بسر کرتی تھیں پیغمبر صاحب سے صاف لفظوں میں ان سب نے کہہ دیا تھا
ان کنتن تردن الحیوۃ الدنیا وزینتہا فتعالین امتعکن واسرحکن سراحا
جمیلا وان کنتن تردن اللہ ورسولہ والدار الاخرۃ فان اللہ اعد
للمحسنت منکن اجرا عظیما

روایت ہے کہ یہ آیت نازل ہوئی تو پیغمبر صاحب نے عائشہ رض کی نوعمری
کی وجہ سے ان سے کہا تھا کہ دو ٹوک جواب دینے سے پہلے تم اپنے
باپ سے رائے لے لینا۔ عائشہ رض نے چھوٹتے ہی کہا کہ باپ سے صلاح
لینے کی کچھ ضرورت نہیں میں خدا رسول اور دار آخرت کی زوجیت کی کس قدر
عظمت کرتی تھیں ام المومنین سودہ عمر سے اتری ہوئی تھیں ان کو اندیشہ ہوا
کہ کہیں پیغمبر صاحب مجھکو چھوڑ نہ دیں انہوں نے خوشی راضی سے عائشہ رض
کو اپنی باری دے دی اور پیغمبر صاحب سے کہا کہ مجھکو اسی قدر بس کرتا ہے

ملہ اور پیغمبر کی بیبیاں ادب و تعظیم میں ان کی مائیں ہیں ۱۲

سلہ کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کے ساز و سامان کی طلب گار ہو تو آؤ میں تمہیں دیکھ دلا کر خوش اسلوبی سے رخصت کر دوں اور اگر تم خدا اور اس کے رسول اور عاقبت کے گھر کی خواہاں ہو تو تم میں سے جو نیک کار ہیں ان کے لیئے اللہ نے بڑے بڑے اجر تیار کر رکھے ہیں ۱۲

کہ میں قیامت میں آپ کی بی بی کہہ کر پکاری جاؤں ۔

ہم پیغمبر صاحب کو تمام لوازم خاصۂ بشریت کے ساتھ بشر مانتے ہیں اور وہ خود اس کے معترف تھے ہاں جو بات تفتیش حالات سے ہم کو ثابت ہوئی وہ یہ ہے کہ پیغمبر صاحب اور امہات المومنین فریقین کو نکاح میں مذہبی غرض زیادہ تر مقصود تھی پیغمبر صاحب کو اسلام کی تقویت اور امہات المومنین کو شرف ہم بستری پیغمبر۔ دنیاوی اعتبار سے بھی کیا کوئی عزت اس عزۃ کو پا سکتی ہے کہ پیغمبر صاحب کی بیبیاں ادب اور تعظیم کی رو سے تمام امت کی مائیں قرار پائیں کسی اور عورت کو بھی یہ رتبہ حاصل ہوا ہے۔ عورتیں بالطبع کھانا پینا خوشحال گھر ڈھونڈھا کرتی ہیں۔ سو پیغمبر صاحب کو تو خوشحالی ساری عمر نصیب ہی نہیں ہوئی اور ہوتی کہاں سے باپ کو تو آنکھ کھول کے دیکھا تک نہیں دادا نے یتیم پوتے کو پالا تو خیر ان کے وقت میں خدا نے ننگا بھوکا نہیں رکھا۔ دادا کے مرے پیچھے چچا ابوطالب نے دستگیری کی تو وہ خود قرضدار اور کثیر العیال تھے۔ ام المومنین خدیجہ رضکے تعلق سے پیغمبر صاحب کی خوشحالی کا آغاز ہوا تو مذہبی مخالفت کی وجہ سے قریش نے ان کو اور ان کے طرفداروں کو شعب ابی طالب میں نظر بند کر دیا برادری سے خارج۔ کھانا پینا موقوف لین دین بند میل جول متروک۔ تو ایسی حالت میں خیالی خوشحالی کیا کام دے سکتی تھی۔ ہجرت کے بعد سے خیال ہو سکتا ہے کہ مدینے میں مردو سے فتوحات ہونے لگی ہوگی تو فتوحات کا حال یہ ہے کہ زکوٰۃ کو اور صدقات کو پیغمبر صاحب نے صرف اپنے اوپر بلکہ تمام بنی ہاشم پر حرام کر رکھا تھا اور ان لوگوں کے مال کا میل اور ان کے لینے کو ذلیل بے غیرتی فرماتے

ہاں غنیمت کی ایک رقم تھی جس سے خوش حالی کی توقع کی جا سکتی تھی تو عرب کا دستور تھا کہ لڑائی میں جو لوٹ کا مال ہاتھ آتا اس کا چوتھائی فریق غالب کے سردار کا حق ہوتا اور تین چوتھائی لشکر کا۔ پیغمبر صاحب نے چوتھائی کو گھٹا کر پانچواں کر دیا۔ اور پانچویں میں ایک نادار اور صد ہیں یار واعلموا انما غنمتم من شئ فان للہ خمسہ وللرسول ولذی القربیٰ والیتمیٰ والمساکین وابن السبیل۔ ایک دفعہ کا مذکور ہے کہ حضرت علیؓ کو معلوم ہوا کہ پیغمبر صاحب کے پاس غنیمت میں کچھ لونڈیاں آئی ہیں آپ نے حضرت فاطمۃ الزہراؓ کو جا خبر دی کہ تم شکایت کیا کرتی ہو کہ چکی پیستے پیستے میرے ہاتھوں میں گٹے پڑ گئے ہیں اور گھر کے کام کاج سے مجکو اتنی فرصت نہیں ملتی کہ بچوں کی خبر لوں۔ ایسے میں جا کر اپنے والد صاحب سے ایک لونڈی مانگ لاؤ فاطمہؓ گئیں اور ان کو پیغمبر صاحب کی عادت معلوم تھی کہ وہ مہاجر مسلمانوں کی تکلیف کے آگے اپنی اور اپنے قرابتمندوں کی تکلیف کی پروا نہیں کرتے ہچکچاتی ہوئی پیغمبر صاحب کے پاس تشریف لے گئیں۔ اتفاق سے اس وقت پیغمبر صاحب گھر تشریف نہیں رکھتے تھے انہوں نے ام المومنین بی بی عائشہ سے اپنا واقعہ بیان کیا اور چلتے وقت کہتی گئیں کہ پیغمبر صاحب کو میرا آنا اور یہ واقعہ یاد دلا دینا پیغمبر صاحب تشریف لائے تو حضرت عائشہؓ نے بی بی فاطمۃ الزہرا کے آنے اور آنے کی ضرورت بیان کی ؎

لہ اور (مسلمانوں) جان رکھو کہ جو چیز تم (لڑائی میں) لوٹ کر لاؤ اس کا پانچواں حصہ خدا اور رسول کا اور (رسول کے) قرابت داروں کا اور یتیموں کا اور محتاجوں کا اور مسافروں کا ۱۲

۱۴ پیغمبر صاحب بھی فاطمہؓ کے گھر تشریف لے گئے اور اس وقت
یہ دونوں میاں بی بی سونے ہی کو تھے انھوں نے پیغمبر صاحبؐ کی آہٹ
پائی تو اٹھ کھڑے ہوئے پیغمبر صاحبؐ نے فرمایا بیٹا لیٹے رہو چنانچہ
آپ بی بی فاطمہؓ اور حضرت علیؓ دونوں کے بیچ میں جا بیٹھے اور فرمانے
لگے کہ تم نے جس چیز کی مجھ سے درخواست کی ہے اس سے بہتر ایک
چیز تمھیں بتاتا ہوں وہ یہ کہ جب تم دونوں میاں بی بی سونے کے لیے
بچھونے پر آیا کرو تو ۳۳ دفعہ سبحان اللہ اور ۳۳ دفعہ الحمد للہ اور ۳۴ دفعہ
اللہ اکبر کہہ لیا کرو۔ یہ عمل تمہارے لیے خادم سے بہت بہتر ہے تو یہہ
نہیں کہ پیغمبر صاحبؐ کو خوشحالی ہونے کے مواقع نہ تھے۔ مواقع تو بہتیرے
تھے مگر وہ آپ خوشحال زندگی بسر کرنا نہیں چاہتے تھے بلکہ اپنے خاندان
کے حق میں خدا سے دعا کیا کرتے تھے اللھم اجعل رزق آل محمد
کفافاً پیغمبر صاحب کی بڑی خوشحالی اگر اسکو خوشحال سمجھا جائے یہ تھی کہ
خیبر سے لڑے بھڑے فتح ہو گیا تھا وہاں کا خراج دستور کے موافق
بلا شرکت غیرے خاص پیغمبر صاحب کا حق تھا خیبر سے جو موٹا جھوٹا اناج
از قسم جو وغیرہ برس کے برس آتا وہ امہات المومنین میں علی السویہ تقسیم کیا
جاتا اور اسمیں تنگی گزر اوقات ہوتی تھی تنگی پر تنگی یہ تھی کہ کسی کی مجال نہ تھی
کہ تنگی کی شکایت کرے ایک دفعہ تنگی رزق سے تنگ آکر امہات المومنین نے
پیغمبرؐ صاحب سے فریاد کی تو پیغمبر صاحب روٹھ کر سب کے چھوڑ دینے پر
آمادہ ہو گئے وہی مثل ہوئی کہ نماز معاف کرانے گئے روزے گلے پڑے
پیغمبر صاحبؐ کو روٹھا دیکھکر ابوبکرؓ نے عائشہؓ کی اور عمرؓ نے حفصہؓ کی

۱۵ خدا وندا محمدؐ کی اہل و عیال کو اتنی روزی دے جسمیں وہ سرکش اور مرتکب گناہ نہ ہوں؟

باپ ہونے کی حیثیت سے خوب خوب گوشمالی کی اور تنگی پر گذر کی صورت
یہ تھی کہ کبھی کسی نے عائشہؓ سے پوچھا تو اُنہوں نے کہا کیسا چھاننا پھوڑتا
جیسے جو آئے پسیے بھوسی پھونک مار کر اُڑا دی آٹا گوندھا پکایا کھایا یہ
روٹی ہوتی تھی اور سالن نعمہ[1] الادم الخل ان لوگوں نے غالب غذا
کھجوریں کھائیں اور پانی سے اوتاریں یہ تھی پیغمبر صاحب کی زندگی
اُن وقتوں میں جب وہ قریب قریب تمام جزیرۂ عرب کے بادشاہ تھے
اس زہد اور اس ایثار میں اگر وہ سچے پیغمبر نہ تھے تو پیغمبری باتیں ہی
باتیں ہیں۔ پیغمبر صاحب کے حالات عسرت وضیق عیش ہمہ دوست و
دشمن سب کو معلوم تھے اسپر بھی امہات المومنین نے کیوں پیغمبر صاحب
کی زوجیت میں آنا اور رہنا قبول کیا اسکی وجہ شرف ہم بستری کے سوائے
اور کچھ سمجھ میں آتی نہیں اور ہو سکتی بھی نہیں سوکنوں کی باہمی کٹا چھنی معمولی اور
ضروری بات ہے اور کٹا چھنی ہوتی ہے تو اغراض خسیسۂ دنیوی کی وجہ سے
اور چونکہ امہات المومنین کے حالات میں اس طرح کی بیہودگیوں کا کہیں ذکر
نہیں۔ یہ ہی اسبات کی کافی دلیل ہے کہ امہات المومنین کو مذہبی شرف
کے آگے دنیوی مبتذل اور چھوٹی اغراض پر نظر ہی نہ تھی ورنہ خانہ داری
کے ہمہ وقت کے رگڑے جھگڑے پیغمبر صاحب کو اسقدر پریشان کیئے
رہتے کہ وہ مقصد اہم اشاعت اسلام کی طرف توجہ کرنے کی مطلق فرصت
نہ پاتے واذلیس فلیس اس سے پہلے کہ ہم فرداً فرداً ایک ایک ام المومنین
کے ساتھ پیغمبر صاحب کے نکاح کے حالات لکھنے چلیں یہ مناسب بلکہ ضروری
معلوم ہوتا ہے کہ شرافت خاندانی کی رو سے پیغمبر صاحب کا تعارف کرایا

۱؎ عمدہ سالن سرکہ ہے ۱۲

جائے تاکہ معلوم ہو کہ پیغمبر صاحب کا خاندان کا بڑا عن کا بڑا کیسا معزز کیسا با وقار خاندان تھا اس مطلب کے لیے ہم آگے چل کر پیغمبر صاحب کا شجرہ نسب نقل کیئے دیتے ہیں اس کے بعد سلسلے کی کڑیوں میں سے خاص خاص کڑیوں کی نسبت مناسب مقام پر کچھہ تشریح بھی کریں گے شجرے پر نظر کرتے وقت یہ بات پیش نہاد خاطر رہے کہ اقوام روزگار میں اہل عرب کو نسب پر بڑا ناز تھا۔ اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ لوگوں کو دادا پڑدادا سکڑ دادا سے اوپر کے نام معلوم نہیں رہتے اور عرب میں دس دس پندرہ پندرہ پشتوں کے نام بچے بچے کو نوک زبان رہتے تھے اور یہ بات عربی دواوین اور حدیث اور سیر کی کتابوں سے بخوبی ثابت ہوتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ نسب پر گھمنڈ کرنا بھی ایک حد تک انسان کی جبلت ہے اور عرب میں تو انسان سے گزر کر گھوڑوں اور اونٹوں تک کے نسب نامے محفوظ رہتے تھے اور عجیب نہیں اب تک بھی ہوں۔ نباتات اور حیوانات میں بھی اصالت کا اثر دیکھا جاتا ہے ع

گندم از گندم بروید جو ز جو

دامن کوہ ہمالیہ میں دیرہ دون کا مشہور منہ ہے اس میں سرکار کی طرف سے عمدہ سانڈ۔ گھوڑے چھوٹے ہوئے ہیں ان سے توپخانوں کے لیے نسل لی جاتی ہے اسی خیال سے ہم نے اسوقت اس نسب نامے کو لیا جس سے ضرور نتیجہ نکلتا ہے کہ ایسے شریف خاندان کا آدمی علوتاً ممکن نہیں کہ کسی طرح کی بد وضعی سے اپنے بزرگوں کے نام کو بٹہ لگائے اور خود پیغمبر صلعم تو اپنی ذات سے ایسے نیک خصلت تھے کہ محمدؐ امین کہے جاتے تھے۔ یعنی لوگوں نے غالب صفت امین کو جزو

نام قرار دے لیا تھا اب دیکھنا چاہیئے کہ شرافت کا معیار کیا ہے خصائل حمیدہ مکارم اخلاق۔ ہم نے اپنی کتاب اجتہاد میں ثابت کیا ہے کہ دین و مذہب کی اصل الاصول ہے خدا کو ماننا پھر اس نے پیچھے اوسکی مرضی معلوم کرنا وہ ہم بندوں سے کیا چاہتا ہے پھر اسکی مرضی معلوم کیئے پیچھے اسپر کاربند ہونا اسی کتاب میں ہم نے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ خدا کو ماننا اور اسکی مرضی معلوم کرنا دونو باتیں ہمارے لیئے فطری ہیں یعنی ہماری فطرت متقاضی تھی کہ ہم چار ونا چار خدا کو مانیں۔ اور وہی فطرت ہم کو اس کی مرضی معلوم کرنے کی طرف مائل کرتی ہے فطرت کی بنا پر ہم اس مقصد پر پہنچے کہ خدا یہ چاہتا ہے کہ کارخانہ عالم کی کل کو جس طرح پر اس نے اپنی حکمت بالغہ سے چلا دیا ہے امن و عافیت کے ساتھ چلنے دیا جائے اس کی رفتار میں کسی طرح کی رکاوٹ نہ ہو۔ کلوں میں تیل کام میں لایا جاتا ہے تاکہ پرزے آسانی سے چلتے رہیں کارخانہ عالم کی کل کا تیل ہے دین و مذہب اور دین و مذہب کی غرض و غایت ہے امن و عافیت۔ غرض مذہب کے جتنے احکام از قبیل معتقدات و عبادات و معاملات ہیں سب کے سب دنیا میں امن و عافیت کے قایم کرنے کے لیے ہیں۔ اور چونکہ معتقدات اور عبادات سے بھی مقصود اصلی معاملات کی درستی ہے۔ اس رو سے مکارم اخلاق اصل دین ٹھہرے۔ کیونکہ مکارم اخلاق بیش بریں نیست کہ امن و عافیت اور درستی معاملات کا دستور العمل ہیں اور بس۔ مگر اس نکتے کو بہت ہی کم لوگ سمجھتے ہیں۔ اے کاش لوگ مکارم اخلاق یا درستی معاملات باہمی کو اصل دین سمجھیں تو امن و عافیت میں بے انتہا افزایش ہو۔ اب جتنا کچھ اور جیسا کچھ امن ہے بھی حاکم وقت کے قانون اور ایک دوسرے کے ڈر سے

باپ بیٹوں نے عبادت کے لئے چار دیواری سی کوٹھے کی طرح لمبوتری جگہ گھیر دی جو کعبہ کہلائی۔ کچھ کم چار ہزار برس کی بات ہے اس سے سمجھ لو کہ ابراہیم نے کس طرح کعبہ بنایا ہوگا چھت تک نہیں پاٹی مگر تھا لگیا کہ ابراہیم جبکہ ہر طرف بت پرستی پھیلی ہوئی تھی۔ بڑے شد و مد کے ساتھ عقیدۂ توحید کے پہلے رواج دینے والے تھے تو کعبہ پہلی اور اکیلی مسجد تھی جو خدائے واحد کی عبادت کے لئے بنائی گئی کوئی عمارت اس ترقی کے زمانے میں بھی کیسی ہی مستحکم بنائی جائے آخر کار کبھی نہ کبھی بوسیدہ ہو کر ضرور تجدید یا مرمت کی محتاج ہوگی اور ایسا ہی دیکھا بھی گیا ہے ؎

لہا ملک ینادی کل یوم   لدوا للموت وابنوا للخراب

یہی حال ابراہیم کے بنائے ہوئے کعبے کا ہوا ہے کہ جب سے بنا ہے چھ بار اسکی تجدید ہو چکی ہے اور مرمت اور تحسین اور تزئین کا تو کچھ شمار ہی نہیں۔ ثبات و قیام عمارت کے لحاظ سے غنیمت ہے کہ حجاز کے علاقے میں جہاں کعبہ ہے برسات نہیں ہوتی یا ہوتی ہی تو بہت کم ورنہ خدا جانے اس عرصے میں کتنی بار تجدید کرنی پڑتی۔ برسات تو معمول سے نہیں ہوتی مگر پہاڑی نالوں کا سیلاب آ کر کبھی کبھی کعبے کا طواف کر جاتا تھا۔ تین مرتبہ تو سیلاب کی وجہ سے کعبے کی تجدید کرنی پڑی ہے دوبار آگ کے لگنے سے مسمار ہو گیا تھا از سر نو بنایا گیا۔

له [illegible] ہر ایک فرشتہ ہر وقت پکارتا رہتا ہے کہ [illegible] اور اجاڑ ہونے کے لئے عمارتیں بناؤ ۱۲